سلسلہ : رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد : پہلی

رسالہ نمبر 1

اجلَی الاعلام انّ الفتوٰی مطلقًا علٰی قول الاِمام

۱۳۳۴ھ

روشن تر آگاہی کہ فتوٰی قولِ امام پر ہے

پیشکش : مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

Contents

رسالہ

اجلَی الاعلام انّ الفتوٰی مطلقًا علی قول الاِمام ۱۳۳۴ھ

(روشن تر آگاہی کہ فتوٰی قولِ امام پر ہے)

ف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الحفی، علی دینہ الحنفی، الذی ایدنا بائمۃ یقیمون الاود، ویدیمون المدد، باذن الجواد الصمد، وجعل من بینھم امامنا الاعظم کالقلب فی الجسد، والصّلوۃ والسلام علی الامام الاعظم للرسل الکرام الذی	ہر ستائش خدا کے لئے جو دین حنفی پر نہایت مہربان ہے، جس نے ہمیں ایسے ائمہ سے قوت دی جو جود وسخا والے بے نیاز رب کے اذن سے کجی درست کرنے والے اور ہمیشہ مدد پہنچانے والے ہیں، اور ان کے درمیان ہمارے امام اعظم کو یوں رکھا جیسے جسم میں قلب کو رکھا،اور درود و سلام ہو معزز رسولوں کے امام اعظم پر جن کا یہ

ف : **رسالہ جلیلہ** اس امر کی تحقیق عظیم میں کہ فتوی ہمیشہ قول امام پر ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ خلاف پر فتوی دیا گیا ہو، اختلاف زمانہ ضرورت وتعامل وغیرہا جن وجوہ سے قول دیگر پر فتوی مانا جاتا ہے وہ درحقیقت قول امام ہی ہوتا ہے۔

جاء نا حقا من قوله المأمون، استفت عــه قلبك وان افتاك المفتون،وعليهم وعلى اٰله واٰلهم وصحبه وصحبهم وفئامه و	ارشاد گرامی بجاطور پر ہمیں ملا، کہ اپنے قلب سے فتوٰی دریافت کر اگرچہ مفتیوں کا فتوٰی تجھے مل چکا ہے۔ اور (درود وسلام ہو) ان رسولوں پر یوں ہی سرکار کے آل واصحاب وجماعت پر اور حضرات رسل کے

عــه: جعل الامام الاعظم كالقلب ثم ذكر هذا الحديث (استفت قلبك وان افتاك المفتون. فاكرم به من براعة استهلال. والحديث رواه الامام[1] احمد والبخارى فى تاريخه عن وابصة بن معبد الجهنى رضى الله تعالى عنه بسند حسن بلفظ استفت نفسك[2] وروى احمد بسند صحيح عن ابى ثعلبة الخشنى رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم البر ما سكنت اليه النفس واطمأن اليه القلب والاثم مالم تسكن اليه النفس ولم يطمئن اليه القلب وان افتاك المفتون[3] اھ منه غفرله۔

پہلے امام اعظم کو قلب کی طرح قرار دیا پھر یہ حدیث ذکر کی "اپنے قلب سے فتوٰی طلب کر اگرچہ مفتیوں کا فتوٰی تجھے مل چکا ہو" اس میں کیا ہی عمدہ براعت استہلال ہے (یعنی یہ اشارہ ہو جاتا ہے کہ قلب امام اعظم کا فتوٰی راجح ہوگا اگرچہ دوسرے فتوے اس کے بر خلاف ہوں حدیث مذکور امام احمد نے مسند میں اور امام بخاری نے تاریخ میں وابصہ بن معبد جہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کی ہے اس کے الفاظ میں "استفت نفسک" ہے یعنی خود اپنی ذات سے فتوٰی طلب کر اور امام احمد نے بسند صحیح ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے یوں روایت کی ہے نیکی وہ ہے جس میں نفس کو سکون اور قلب کو اطمینان ملے اور گناہ وہ ہے جس سے نفس کو سکون اور قلب کو اطمینان نہ ہو اگرچہ فتوٰی دینے والے (اس کی درستی کا) فتوٰی دے دیں) (ت)

[1] مسند احمد بن حنبل عن وابصة بن معبد رضی اللہ تعالی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴ / ۲۸۸
(اتحاف السادۃ المتقین الباب الثانی دار الفکر بیروت ۱/ ۱۶۰)

[2] التاریخ البخاری ترجمہ ۴۳۲ محمد ابو عبداللہ الاسدی دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱/ ۱۴۵، الجامع الصغیر حدیث ۹۹۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱ / ۶۶)

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ثعلبۃ الخشنی المکتب الاسلامی بیروت ۴ / ۱۹۴)

فئامهم، الی یوم یدعی کل اناس بامامهم، اٰمین اعلم رحمنی الله تعالٰی وایاک، وتولی بفضله هدای وهداک، انه قال العلامة المحقق البحر فی صدر قضاء البحر بعد ما ذکر تصحیح السراجیة ان المفتی یفتی بقول ابی حنیفة علی الاطلاق[4] وتصحیح حاوی القدسی، اذاکان الامام فی جانب وهما فی جانب ان الاعتبار لقوة المدرك[5] مانصه فان قلت کیف جاز للمشائخ الافتاء بغیر قول الامام الاعظم مع انهم مقلدون قلت قد اشکل علی ذلك مدة طویلة ولم ارفیه جوابا الاما فهمته الاٰن من کلامهم وهو انهم نقلوا عن اصحابناعــــه انه لایحل	آل واصحاب وجماعت پر اور حضرات رسل کے آل واصحاب اور جماعت پر بھی اس روز تک جبکہ ہر گروہ کو اس کے امام و پیشوا کے ساتھ بلایا جائے گا الٰہی ! قبول فرما، آپ کو معلوم ہو، خدا مجھ پر اور آپ پر رحم فرمائے، اور اپنے فضل سے مجھے اور آپ کو راہ راست پر چلائے، کہ علامہ محقق صاحب بحر رائق نے البحر الرائق کتاب القضاء کے شروع میں پہلے یہ دو تصحیحین ذکر کیں (۱) تصحیح سراجیہ، مفتی کو مطلقاً قول امام پر فتوی دینا ہے۔(۲) تصحیح حاوی قدسی اگر امام اعظم ایک جانب ہوں اور صاحبین دوسری جانب تو قوت دلیل کا اعتبار ہوگا، اس کے بعد وہ یوں رقم طراز ہیں: اگر یہ سوال ہو کہ مشائخ کو یہ جواز کیسے ملا کہ وہ امام اعظم کے مقلد ہوتے ہوئے ان کا قول چھوڑ کر دوسرے کے قول پر فتوٰی دیں؟ تو میں کہوں گا کہ یہ اشکال عرصہ دراز تک مجھے درپیش رہا اور اس کا کوئی جواب نظر نہ آیا، مگر اس وقت ان حضرات کے کلام سے اس اشکال کا یہ حل سمجھ میں آیا کہ حضرات مشائخ نے ہمارے اصحاب سے یہ ارشاد نقل

عــــه: قال الرملی هذا مروی عن ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه وکلامه هنا موهم ان ذلك مروی عن المشائخ کماهو	یہاں خیر الدین رملی اعتراض فرماتے ہیں کہ یہ بات امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، اور کلام بحر سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات حضرات مشائخ سے مروی ہے جیسا کہ اس کے سیاق (باقی برصفحہ آئندہ)

[4] بحر الرائق کتاب القضاء فصل فی التقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶
[5] بحر الرائق کتاب القضاء فصل فی التقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶)

لاحد ان یفتی بقولنا حتی	فرمایا ہے کہ کسی کے لئے ہمارے قول پر فتوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ظاھر من سیاقہ [6] اھ **اقول:** ای ف۱ حرف فی کلامہ یوھم روایتہ عن المشائخ وای سیاق یظھرہ انما جعل خلاف المشائخ لانھم منھیون عن الافتاء بقول الاصحاب مالم یعرفوا دلیلہ فھم منھیون لاناھون اما الاصحاب ف۲ فنعم روی عنھم کما روی عن الامام رضی اللہ تعالٰی عنھم فی مناقب الامام للامام الکردری عن عاصم بن یوسف لم یر مجلس انبل من مجلس الامام وکان انبل اصحابہ اربعۃ زفرو ابو یوسف وعافیۃ واسد بن عمرو وقالوا لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا حتی یعلم من

سے ظاہر ہے

اقول: میں کہتا ہوں کلام بحر کے کس حرف سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے اور کس سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قول حضرات مشائخ سے مروی ہے؟ بحر نے تو بس یہ بتایا ہے کہ مخالفت مشائخ کی وجہ یہ ہے کہ انہیں معرفت دلیل کے بغیر قول اصحاب پر فتوی دینے سے ممانعت تھی جس سے معلوم ہوا کہ مشائخ اس کام سے ممنوع تھے نہ یہ کہ وہ خود مانع تھے اب رہی یہ بات کہ قول مذکور نہ صرف امام اعظم بلکہ ان کے اصحاب سے بھی منقول ہے تو ہاں واقعہ یہی ہے حضرات اصحاب سے بھی اسی طرح منقول ہے جیسے حضرت امام سے منقول ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم، امام کردری کی تصنیف مناقب امام اعظم میں عاصم بن یوسف سے یہ روایت ہے کہ امام اعظم کی مجلس سے زیادہ معزز کوئی مجلس دیکھنے میں نہ آئی، اور ان کے اصحاب میں زیادہ معزز و بزرگ چار حضرات تھے (۱) زفر (۲) ابو یوسف (۳) عافیہ (۴) اسد بن عمرو (باقی بر صفحہ آئندہ)

ف۱: تطفل علی العلامہ الرملی والشامی

ف۲: تطفل علیھما

---

[6] منحۃ الخالق علی بحر الرائق فصل یجوز تقلید من شاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶

یعلم من این قلنا حتی نقل فی السراجیة ان ھذا سبب مخالفة عصام للامام وکان یفتی بخلاف قولہ کثیرا لانہ لم یعلم الدلیل وکان یظھر لہ دلیل غیرہ فیفتی بہ. فاقول ان ھذا الشرط کان فی زمانھم اما فی زماننا فیکتفی بالحفظ کمافی القنیہ وغیرھا فیحل الافتاء بقول الامام بل یجب	دینا روا نہیں جب تک اسے یہ علم نہ ہو جائے کہ ہمارا ماخذ اور ہمارے قول کی دلیل کیا ہے، یہاں تک کہ سراجیہ میں منقول ہے کہ اسی وجہ سے شیخ عصام سے امام اعظم کی مخالفت عمل میں آئی، ایسا بہت ہوتا کہ وہ قول امام کے بر خلاف فتوٰی دیتے کیونکہ انہیں دلیل امام معلوم نہ ہوتی اور دوسرے کی دلیل ان کے سامنے ظاہر ہوتی تو اسی پر فتوٰی دیتے، (صاحب بحر فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں یہ شرط حضرات مشائخ کے زمانے میں تھی لیکن ہمارے زمانے میں بس یہی کافی ہے کہ ہمیں امام کے اقوال حفظ ہوں جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

این قلنا ولا ان یروی عنا شیئا لم یسمعہ منا[7] وفیھا عن ابن جبلة سمعت محمدا یقول لایحل لاحد ان یروی عن کتبنا الا ما سمع اویعلم مثل علمنا[8] ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

ان حضرات نے فرمایا: کسی کے لئے ہمارے قول پر فتوی دینا اس وقت تک روا نہیں جب تک اسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے، نہ ہی اس کے لئے یہ روا ہے کہ ہم سے کوئی ایسی بات روایت کرے جو ہم سے سنی نہ ہو اسی کتاب میں ابن جبلہ کا یہ بیان مروی ہے کہ میں نے امام محمد کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی کے لئے ہماری کتابوں سے روایت کرنا روا نہیں مگر وہ جو خود اس نے سنا ہو یا وہ جو ہماری طرح علم رکھتا ہو ۱۲ منہ (ت)

---

[7] المناقب الکردری ذکر عافیتہ بن یزید الاودی الکوفی مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۲ / ۲۱۴

[8] المناقب الکردری اقوال الامام الشافعی فی تعظیم الامام محمد بن الحسن مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۲ / ۱۵۲

وان لم نعلم من این قال وعلى هذا فما صححه فى الحاوى مبنى على ذلك الشرط وقد صححوا ان الافتاء بقول الامام فينتج من هذا انه يجب علينا الافتاء بقول الامام وان افتى المشائخ بخلافه لانهم انما افتوا بخلافه لفقد شرطه فى حقهم وهوالوقوف على دليله واما نحن قلنا الافتاء وان لم نقف على دليله. وقد وقع للمحقق ابن الهمام فى مواضع الرد على المشائخ فى الافتاء بقولهما بأنه لا يعدل عن قوله الا لضعف دليله وهو قوى فى وقت العشاء لكونه الاحوط وفى تكبير التشريق فى اٰخر وقته الى اٰخرها ذكره فى فتح القدير ولكن هو اهل للنظر فى الدليل ومن ليس باهل للنظر فيه فعليه الافتاء بقول الامام والمراد بالاهلية هنا ان

تواب اگرچہ ہمیں قول امام کی دلیل معلوم نہ ہو، قول امام پر فتوی دینا جائز بلکہ واجب ہے اس تفصیل کے پیش نظر تصحیح حاوی کی بنیاد وہی شرط ہے جو حضرات مشائخ کے لئے اس زمانے میں تھی اور اب علماء نے اسی کو صحیح قرار دیا کہ قول امام پر ہی فتویٰ ہوگا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم پر یہی لازم ہے کہ قول امام پر فتویٰ دیں اگرچہ مشائخ اس کے بر خلاف فتوی دے چکے ہوں اس لئے کہ اس کے خلاف افتائے مشائخ کی وجہ یہ ہے کہ خود قول امام پر فتویٰ دینے کے لئے اس کی دلیل سے باخبر ہونے کی جو شرط ان کے حق میں تھی وہ مفقود تھی (وہ اس کی دلیل سے باخبر نہ ہوسکے اس لئے اس پر فتویٰ نہ دے سکے) اور ہمارے لئے یہ شرط نہیں، ہمیں قول امام پر ہی فتوی دینا ہے اگرچہ اسکی دلیل سے آگاہی نہ ہو، اور محقق ابن ہمام نے تو متعدد جگہ قول صاحبین پر فتویٰ دینے سے متعلق مشائخ پر رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ قول امام سے بجز اس کے اس کی دلیل ضعیف ہو انحراف نہ ہوگا اور وقت عشا سے متعلق قول امام کی دلیل قوی ہے اس لئے کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔ اسی طرح تکبیر تشریق کے آخری وقت کی تعیین میں بھی قوت دلیل اس طرف ہے اس کے آگے فتح القدیر میں مزید بھی ہے لیکن امام ابن الہام کو دلیل میں نظر وفکر کی اہلیت حاصل تھی، جو دلیل میں نظر کی اہلیت نہیں

یکون عارفا ممیزا بین الاقاویل له قدرة علی ترجیح بعضها علی بعض[9] اھ

وتعقبه العلامة ش فی شرح عقوده بقوله لایخفی علیك مافی ھذا الکلام من عدم الانتظام ولھذا اعترضه محشیه الخیر الرملی بان قوله یجب علینا الافتاء بقول الامام وان لم نعلم من این قال مضاد لقول الامام لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا حتی یعلم من این قلنا اذھو صریح فی عدم جواز الافتاء بغیر اھل الاجتھاد فکیف یستدل به علی وجوبه فنقول مایصدر من غیر الاھل لیس بافتاء حقیقة وانما ھو حکایة عن المجتھد انه قائل بکذا واعتبار ھذا الملحظ تجوز حکایة قول غیرالامام فکیف یجب علینا الافتاء بقول الامام وان

رکھتا اس پر تو یہی لازم ہے کہ قول امام پر فتوی دے۔ یہاں اہلیت کا مطلب یہ ہے کہ اقوال کی معرفت اور ان کے مراتب میں امتیاز کی لیاقت کے ساتھ ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی قدرت حاصل ہو۔ اھ اس کلام بحر پر علامہ شامی نے شرح عقود میں یوں تنقید کی ہے اس کلام کی بے نظمی ناظرین پر مخفی نہیں۔ اسی لئے اس کے محشّی خیر الدین رملی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ ایک طرف ان کا کہنا یہ ہے کہ "ہمیں قول امام پر فتوٰی دینا واجب ہے اگرچہ اس قول کی دلیل او رماخذ ہمارے علم میں نہ ہو" دوسری طرف امام کا ارشاد یہ ہے کہ "کسی کے لئے ہمارے قول پر فتوی دینا حلال نہیں جب تک اسے یہ علم نہ ہوجائے کہ ہم نے کہاں سے کہا۔" یہ دونوں میں تضاد ہے اس لئے کہ قول امام سے صراحۃً واضح ہے کہ اہلیت اجتہاد کے بغیر فتوٰی دینا جائز نہیں۔ پھر اس سے اس شرط کے بغیر وجوب افتاء پر استدلال کیسے ہوسکتا ہے؟ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ غیر اہل اجتہاد سے جو حکم صادر ہوتا ہے وہ حقیقۃً افتاء نہیں، وہ تو امام مجتہد سے صرف اس بات کی نقل و حکایت ہے کہ وہ اس حکم کے قائل ہیں جب حقیقت یہ ہے تو غیر امام کے قول کی نقل وحکایت بھی جائز ہے پھر ہم پر یہ واجب کیسے رہا کہ قول امام ہی پر

[9] بحر الرائق کتاب القضاء فصل فی التقلید ۲۶۹/۶ و ۲۷۵

افتی المشائخ بخلافہ ونحن انما نحکی فتوٰی ھم لاغیر فلیتأمل انتھی ،(وتوضیحہ) ان المشائخ اطلعوا علی دلیل الامام وعرفوا من این قال و اطلعو اعلی دلیل اصحابہ فیرجحون دلیل اصحابہ علی دلیلہ فیفتون بہ ولا یظّن بھم انھم عدلوا عن قولہ لجھلھم بدلیلہ فانا نرٰہم قدشحنو اکتبھم بنصب الادلۃ ثم یقولون الفتوی علی قول ابی یوسف مثلا وحیث لم نکن اھلا للنظر فی الدلیل ولم نصل الی رتبتھم فی حصول شرائط التفریح والتاصیل فعلینا حکایۃ ما یقولونہ لانھم ھم اتباع المذھب الذین نصبوا انفسھم لتقریرہ وتحریرہ باجتھادھم (وانظر) الی ما قدمناہ من قول العلامۃ قاسم ان المجتھدین لم یفقدوا حتی نظروا فی المختلف	فتوٰی دیں اگرچہ مشائخ نے اس کے برخلاف فتوٰی دیا ہو، حالانکہ کہ ہم تو صرف فتوائے مشائخ کے ناقل ہیں اور کچھ نہیں یہاں تامل کی ضرورت ہے۔انتھی ،(کلام رملی ختم ہوا) علامہ شامی فرماتے ہیں : اس کی توضیح یہ ہے کہ مشائخ کو دلیل امام سے آگاہی حاصل ہوئی ،انھیں علم ہوا کہ امام نے کہاں سے فرمایا، ساتھ ہی اصحاب امام کی دلیل سے بھی وہ آگاہ ہوئے ،اس لیے وہ دلیل اصحاب کو دلیل امام پر ترجیح دیتے ہوئے فتوی دیتے ہیں۔اور ان کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے قول امام سے انحراف اس لیے اختیار فرمایا کہ انھیں ان کی دلیل کا علم نہ تھا۔اس لیے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضرات مشائخ نے دلائل قائم کرکے اپنی کتابیں بھر دی ہیں اس کے بعد بھی یہ لکھتے ہیں کہ فتوی مثلا امام ابویوسف کے قول پر ہے۔اور ہمارا حال یہ ہے کہ نہ دلیل میں نظر کی اہلیت ،نہ تاسیس اصول وتخریج فروع کی شرائط کے حصول میں رتبہ مشائخ تک رسائی ،تو ہمارے ذمہ یہی ہے کہ حضرات مشائخ کے اقوال نقل کردیں اس لیے کہ یہی حضرات مذہب کے ایسے متبع ہیں جنھوں نے اپنے اجتہاد کی قوت سے مذہب کی تقریر و تحریر (اثبات وتوضیح) کی ذمہ داری اٹھار کھی ہے۔ملاحظہ ہو علامہ قاسم کی عبارت جو ہم پہلے پیش کرآئے ،وہ فرماتے ہیں : مجتہدین پیدا ہوتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے

ورجعوا وصححوا الی ان قال فعلینا اتباع الراجع والعمل بہ کمالو افتوا فی حیاتھم (وفی) فتاوی العلامۃ ابن الشلبی لیس للقاضی ولا للمفتی العدول عن قول الامام الا الا اذا صرح احد من المشائخ بان الفتوی علی قول غیرہ فلیس للقاضی ان یحکم بقول غیرا بی حنیفۃ فی مسئلۃ لم یرجح فیھا قول غیرہ ورجحوا فیھا دلیل ابی حنیفۃ علی دلیلہ فان حکم فیھا فحکمہ غیر ماض لیس لہ غیرالا نتقاض انتھٰی اھ کلامہ فی الرسالۃ۔[10] وذکر نحوہ فی ردالمحتار من القضاء وزاد فی المعتمدۃ قد یمشون علی غیر مذھب الامام و اذا افتی المشائخ بخلاف قولہ لفقد الدلیل فی حقھم	مقام اختلاف میں نظر فرما کر ترجیح و تصحیح کا کام سرانجام دیا تو ہمارے اوپر اسی کی پیروی اور اسی پر عمل لازم ہے جو راجح قرار پایا جیسے ان حضرات کے اپنی حیات میں فتوی دینے کی صورت میں ہوتا علامہ ابن شلبی کے فتاوی میں مرقوم ہے کہ : قاضی یا مفتی کو قول امام سے انحراف کی گنجائش نہیں مگر اس صورت میں جب کہ مشائخ میں سے کسی نے یہ صراحت فرمائی ہو کہ فتوی امام کے سوا کسی اور کے قول پر ہے۔تو قاضی کو امام کے سوا دوسرے کے قول پر کسی ایسے مسئلہ میں فیصلہ کرنے کا حق نہیں جس میں دوسرے کے قول کو ترجیح نہ دی گئی ہو اور خود امام ابوحنیفہ کی دلیل کو دوسرے کی دلیل پر ترجیح ہو،اگر ایسے مسئلہ میں قاضی نے خلاف امام فیصلہ کر دیا تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا بے ثباتی کی وجہ سے آپ ہی ختم ہو جائے گا۔انتہی کلام ابن الشلبی اھ رسالہ شامی کی عبارت ختم ہوئی۔ اسی طرح کی بات علامہ شامی نے ردالمحتار کتاب القضاء میں ذکر کی ہے اور منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق میں مزید برآں یہ بھی لکھا ہے کہ : آپ دیکھتے ہیں کہ متونِ مذہب کے مصنفین بعض اوقات مذہب امام کے سوا کوئی اور اختیار کرتے ہیں اور جب مشائخ مذہب نے اس دلیل کے فقدان کی وجہ سے جو ان کے حق

[10] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ / ۲۹

فنحن نتبعهم اذ هم اعلم وكيف يقال يجب علينا الافتاء بقول الامام لفقد الشرط وقد اقر انه قد فقد الشرط ايضا في حق المشائخ فهل تراهم ارتكبوا منكرا والحاصل ان الانصاف الذي يقبله الطبع السليم ان المفتي في زماننا ينقل ما اختاره المشائخ وهو الذي مشى عليه العلامة ابن الشلبي في فتاواه حيث قال الاصل ان العمل على قول ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه ولذا ترجح المشائخ دليله في الاغلب على دليل من خالفه من اصحابه ويجيبون عما استدل به مخالفه وهذا امارة العمل بقوله وان لم يصرحوا بالفتوى عليه اذا الترجيح كصريح التصحيح لان المرجوع طائح بمقابلته بالراجح وحينئذ فلا يعدل المفتي ولا القاضي عن قوله الا اذا صرح[11] الى اٰخر

میں شرط ہے، قول امام کے خلاف فتوی دے دیا تو ہم ان ہی کا اتباع کریں گے اس لئے کہ انہیں زیادہ علم ہے یہ بات کیسے کہی جاتی ہے کہ ہمارے اوپر قول امام پر ہی فتوی دینا واجب ہے اس لئے کہ ہمارے حق میں (قول امام پر افتا کی) شرط مفقود ہے، حالاں کہ یہ بھی اقرار ہے کہ وہ شرط مشائخ کے حق میں بھی مفقود ہے تو کیا یہ خیال ہے کہ ان حضرات نے کسی ناروا امر کا ارتکاب کیا؟ حاصل یہ کہ طبع سلیم کے لئے انصاف کی قابل قبول بات یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے مفتی کا کام یہی ہے کہ مشائخ نے جو فتوی دیا ہے اسے نقل کردے۔ اسی بات پر علامہ ابن شلبی اپنے فتاوی میں گام زن ہیں، وہ فرماتے ہیں، اصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے قول پر عمل کیا جائے اسی لئے مشائخ اکثر ان ہی کی دلیل کو ان کے مخالف کی دلیل پر ترجیح دیتے ہیں اور مخالف کے استدلال کا جواب بھی پیش کرتے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ عمل قول امام پر ہوگا اگرچہ ایسی جگہ حضرات مشائخ نے یہ صراحت نہ فرمائی ہو کہ فتوی قول امام پر ہے، اس لئے کہ ترجیح خود صراحۃً تصحیح کا حکم رکھتی ہے، کیونکہ مرجوع راجح کے مقابلے میں بے ثبات ہوتا ہے۔ جب معاملہ یہ ہے تو قاضی یا مفتی کو قول امام سے انحراف کی گنجائش نہیں مگر اس صورت میں جب کہ مشائخ میں سے

[11] منحۃ الخالق علی بحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶

ما مر، قال وھو الذی مشی علیہ الشیخ علاء الدین الحصکفی ایضاً فی صدر شرحہ علی التنویر حیث قال واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما افتوا فی حیاتھم فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس وما ھو الارفق وما ظھر علیہ التعامل وما قوی وجھہ ولا یخلو الوجد ممن یمیز ھذا حقیقۃ لا ظنا وعلی من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز لبراءۃ ذمتہ اھ واللہ تعالٰی اعلم اھ[12]۔ **اقول:** وتلك شکاۃ	کسی نے یہ صراحت فرمائی ہو (آخر عبارت تک جو فتاوی ابن شلبی کے حوالے سے پہلے گزری) آگے علامہ شامی لکھتے ہیں، یہ ہی وہ ہے جس پر شرح تنویر کے شروع میں شیخ علاء الدین حصکفی بھی گام زن ہیں، وہ رقم طراز ہیں، لیکن ہم پر تو اسی کی پیروی لازم ہے جسے حضرات مشائخ نے راجح و صحیح قرار دیا جیسے وہ اپنی حیات میں اگر فتوی دیتے تو ہم اسی کی پیروی کرتے۔ اگر یہ سوال ہو کہ حضرات مشائخ کہیں متعدد اقوال بلاترجیح نقل کردیتے ہیں اور کبھی تصحیح کے معاملے میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں، ان مسائل میں ہم کیا کریں؟ تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ جیسے ان حضرات نے عمل کیا ویسے ہی ہمارا عمل ہوگا یعنی لوگوں کے حالات اور عرف کی تبدیلی کا اعتبار ہوگا، یوں ہی اس کا اعتبار ہوگا جس میں زیادہ آسانی اور فائدہ ہو یا جس پر لوگوں کا عمل درآمد نمایاں ہو یا جس کی دلیل قوی ہو، اور بزم وجود کبھی ایسے افراد سے خالی نہ ہوگی جو محض گمان سے نہیں بلکہ واقعی طور پر اقوال کے درمیان اتنی تمیز رکھنے والے ہوں گے اور جس میں تمیز کی لیاقت نہ ہو اس پر عہدہ برآ ہونے کے لئے یہ لازم ہے کہ صاحب تمیز کی جانب رجوع کرے، واللہ تعالٰی اعلم **اقول:** یہ ایسی شکایت ہے جس کا

[12] منحۃ الخالق علی بحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶

طاهر عنك عارها، ولنقدم لبيان الصواب مقدمات تكشف الحجاب **الاولى** ف۱ ليس حكاية قول افتاء به فانا نحكي اقوالا خارجة عن المذهب ولا يتوهم احد انا نفتي بها، انما الافتاء ان تعتمد على شيئ وتبين لسائلك ان هذا حكم الشرع في ما سألت وهذا لا يحل لاحد من دون ان يعرفه عن دليل شرعي و الاكان جزافا وافتراء على الشرع ودخولا تحت قوله عزوجل ··تَقُوْ·········نَ.[13] وقوله تعالٰی ··········اللهِ····[14] **الثانية** ف۲ الدليل على وجهين اما تفصيلي و معرفته خاصة باهل النظر	عار آپ سے دور ہے بیان حق کے لئے ہم پہلے چند مقامات پیش کرتے ہیں جن کے باعث حقیقت کے رخ سے پردہ اٹھ جائے گا۔ **مقدمہ اول:** کسی قول کی نقل وحکایت اور کسی قول پر افتا دونوں ایک نہیں ، ہم ایسے بہت سے اقوال بیان کرتے ہیں جو ہمارے مذہب سے باہر کے ہیں اور کسی کو یہ وہم نہیں ہوتا کہ ہم ان اقوال پر فتوی دے رہے ہیں افتا یہ ہے کہ کسی بات پر اعتماد کرکے سائل کو بتایا جائے کہ تمہاری مسئولہ صورت میں حکم شریعت یہ ہے۔ یہ کام کسی کے لئے بھی اس وقت تک حلال نہیں جب تک اسے کسی دلیل شرعی سے اس حکم کا علم نہ ہوجائے، ورنہ جزاف (اٹکل سے بتانا) اور شریعت پر افترا ہوگا اور ان ارشادات کا مصداق بھی بننا ہوگا (۱) کیا تم خدا پر وہ بولتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں (۲) فرماؤ کیا اللہ نے تمہیں اذن دیا یا تم خدا پر افترا کرتے ہو۔ **مقدمہ دوم:** دلیل دو طرح کی ہوتی ہے (۱) تفصیلی اس سے آگاہی اہل نظر و

ف۱: معنى الافتا وانه ليس حكاية محضة وانه لايجوز الا عن دليل

ف۲: الدليل دليلان تفصيلي خاص معرفته بالمجتهد واجمالي الابد منه حتى للمقلد

[13] القرآن ۸۰/۲

[14] القرآن ۵۹/۱۰

و الاجتهاد فان غيره وان علم دليل المجتهد في مسألة لا يعلمه الا تقليدا كما يظهر مما بيناه في رسالتنا المباركة ان شاء الله تعالٰی"الفضل الموهبی ف في معنى اذا صح الحديث فهو مذهبی"فان قطع تلك المنازل التى بينا فيها لا يمكن الا لمجتهدو اشارالى بعض قليل منه فى عقود رسم المفتى اذنقل فيها ان معرفة الدليل انما تكون للمجتهد لتوقفها على معرفة سلامته من المعارض وهى متوقفة على استقراء الادلة كلها و لا يقدر على ذلك الاالمجتهد اما مجرد معرفة ان المجتهد الفلانى اخذ الحكم الفلانى من الدليل الفلانى فلا فائدة فيها[15] اھ اواجمالی كقوله سجنه

۰اَهْلَ۰۰اِ۰كُنْتُمْ۰۰نَ۰۰[16] وقوله تعالى

اَ۰۰اللّٰهَ۰اَ۰اا۰۰۰۰۰۰۰۰لْاَمْرِ۰۰[17] فانهم العلماء على الاصح و

اجتہاد کا خاص حصہ ہے دوسرے کو اگر کسی مسئلے میں دلیل مجتہد کا علم ہوتا بھی ہے تو تقلیدا ہوتا ہے، جیسا کہ یہ اس سے ظاہر ہے جو ہم نے اپنے رسالہ "الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی" میں بیان کیا (خدانے چاہاتو یہ رسالہ بابرکت ثابت ہوگا) اس لئے کہ اس رسالہ میں جو منزلیں ہم نے بتائی ہیں انہیں طے کرنا سوائے مجتہد کے اور کسی کے بس کی بات نہیں، اس میں سے کچھ تھوڑی سی مقدار کی جانب "عقود رسم المفتی" میں بھی اشارہ ہے اس میں یہ نقل کیا ہے کہ دلیل کی معرفت مجتہد ہی کو ہوتی ہے اس لئے کہ یہ اس امر کی معرفت پر موقوف ہے کہ دلیل ہر معارض سے محفوظ ہے اور یہ معرفت تمام دلائل کے استقراء اور چھان بین پر موقوف ہے جس پر بجز مجتہد کسی کو قدرت نہیں ہوتی، اور صرف اتنی واقفیت کہ فلاں مجتہد نے فلاں حکم فلاں دلیل سے اخذ کیا ہے تو اتنے سے کوئی فائدہ نہیں۔اھ

(۲) اجمالی، جیسے باری تعالٰی کا ارشاد ہے ذکر والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں اور ارشاد ہے، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں صاحب امر ہیں، یہ اصحاب امر بر قول اصح حضرات علماء کرام

---

[15] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۰

[16] القرآن ۱۶/ ۴۳

[17] القرآن ۴/ ۵۹

ف : رسالہ الفضل الموھبی فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاونڈیشن جلد ۲۷ ص ۶۱ پر ملاحظہ ہو۔

و قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا سألوا اذلم یعلموا فانما شفاء العی السؤال [18] وعن ف هذا نقول ان اخذنا باقوال امامنا لیس تقلیدا شرعیا لکونہ عن دلیل شرعی انما ھو تقلید عرفی لعدم معرفتنا بالدلیل التفصیلی اما التقلید الحقیقی فلا مساغ لہ فی الشرع وھو المراد فی کل ماورد فی ذم التقلید والجھال الضلّال یلبسّون علی العوام فیحملونہ علی التقلید العرفی الذی ھو فرض شرعی علی کل من لم یبلغ رتبۃ الاجتھاد۔ قال المدقق البھاری فی مسلم الثبوت التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ کاخذ العامی والمجتھد من مثلہ فالرجوع الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او الی الاجماع لیس منہ وکذا العامی الی المفتی والقاضی الی العدول	ہیں ، اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "جب انہیں معلوم نہ تھا تو پوچھا کیوں نہیں، عاجز کا علاج یہی ہے کہ سوال کرے۔" اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اپنے امام کے اقوال کو تسلیم و قبول کرنا تقلید شرعی نہیں، بس تقلید عرفی ہے اس لئے کہ دلیل تفصیلی کی ہمیں معرفت نہیں، اور تقلید حقیقی کی تو شریعت میں کوئی گنجائش ہی نہیں اور مذمت تقلید میں جو کچھ وارد ہے اس میں تقلید حقیقی ہی مراد ہے اہل جہالت وضلالت عوام پر تلبیس کر کے اسے تقلید عرفی پر محمول کرتے ہیں جب کہ یہ ہر اس شخص پر فرض شرعی ہے جو رتبہ اجتہاد تک نہ پہنچا ہو۔ مدقق بہاری مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں تقلید یہ ہے کہ دوسرے کے قول پر بغیر کسی دلیل کے عمل ہو، جیسے عامی اور مجتہد کا اپنے جیسے سے اخذ کرنا تو نبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی جانب یا اجماع کی جانب رجوع لانا تقلید نہیں اسی طرح عامی کا مفتی کی جانب اور قاضی کا گواہان عادل

ف : الفرق بین التقلید الشرعی المذموم والعرفی الواجب وبیان ان اخذنا باقوال امامنا لیس تقلید فی الشرع بل بحسب العرف وھو عمل بالدلیل حقیقۃ وبیان تلبیس الوھابیہ فی ذالک۔

[18] سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب المجذور یتیم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۴۹

لا یجاب النص ذلك علیھما لکن العرف علی ان العامی مقلد للمجتھد قال الامام وعلیہ معظم الاصولیین اھ[19]	کی جانب رجوع، اس لئے کہ یہ ان دونوں پر نص نے واجب کیا ہے، لیکن عرف یہ ہے کہ عامی مجتہد کا مقلد ہے، امام نے فرمایا اسی پر بیش تر اہل اصول ہیں۔اھ
وشرحہ المولی بحر العلوم فی فواتح الرحموت ھکذا (التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ) متعلق بالعمل والمراد بالحجۃ حجۃ من الحجج الاربع والا فقول المجتھد دلیلہ وحجتہ (کاخذ العامی) من المجتھد (و) اخذ (المجتھد من مثلہ فالرجوع الی النبی علیہ) واٰلہ واصحابہ (الصّلٰوۃ والسّلام والی الاجماع لیس منہ) فانہ رجوع الی الدلیل (وکذا) رجوع (العامی الی المفتی والقاضی الی العدول) لیس ھذا الرجوع نفسہ تقلیدا وان کان العمل بما اخذ وابعدہ تقلیدا (لا یجاب النص ذالك علیھما) فھو عمل بحجۃ لا بقول الغیر فقط (لکن العرف) دل (علی ان العامی مقلد للمجتھد) بالرجوع الیہ (قال	مولانا بحر العلوم نے فواتح الرحموت میں اس کی شرح یوں کی ہے، (قوسین کے درمیان متن کے الفاظ ہیں) تقلید، دوسرے کے قول پر عمل، بغیر کسی دلیل کے یہ عمل سے متعلق ہے اور دلیل سے مراد ادلہ اربعہ (کتاب سنت، اجماع، قیاس) میں سے کوئی دلیل ہے، ورنہ مجتہد کا قول ہی اس کی دلیل اور حجت ہے (جیسے عامی کا اخذ کرنا) مجتہد سے (اور مجتہد کا اپنے مثل سے) اخذ کرنا (تو نبی علیہ) وآلہ واصحابہ (الصلوۃ والسلام یا اجماع کی جانب رجوع تقلید نہیں) اس لئے کہ یہ تو دلیل کی جانب رجوع ہے، (اور اسی طرح عامی کا مفتی، اور قاضی کا گواہان عادل کی جانب) رجوع کرنا، کہ خود یہ رجوع تقلید نہیں اگرچہ بعد رجوع جو اخذ کیا اس پر عمل، تقلید ہے (کیونکہ یہ دونوں پر خود نص نے واجب کیا ہے) تو یہ ایک دلیل پر عمل ہے (لیکن عرف اس پر دلالت کرتی ہے) کہ عامی مجتہد کا مقلد ہے کیونکہ وہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے (امام نے

[19] مسلم الثبوت الاصل الرابع القیاس فصل فی التعریف التقلید الخ مطبع انصاری دہلی ۲۸۹

الامام) امام الحرمین (وعلیه معظم الاصولیین) وھو المشتھر المعتمد علیه[20] اھ	فرمایا) امام الحرمین نے (اوراسی پر اکثر اہل اصول ہیں) اور یہی مشہور ہے جس پر اعتماد ہے۔
اقول: فیه نظر من وجوہ: **فاولا** ف۱: لافرق فی الحکم بین الاخذ والرجوع حیث لا رجوع الا للاخذ اذلم یوجبه الشرع الا له ولو سأل العامی امامه ولم یعمل به کان عابثا متلا عبا والشرع متعال عن الامر بالعبث فان لم یکن الرجوع تقلید الوجوبه بالنص لم یکن الاخذ ایضا من التقلید قطعا لوجوبه بعین النص،	**اقول**: یہ شرح چند وجہوں سے محل نظر ہے: **اولا**: اخذ اور رجوع کے حکم میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کہ رجوع اخذ ہی کے لئے ہوتا ہے کیونکہ شریعت نے اخذ ہی کے لئے رجوع واجب کیا ہے اگر عامی اپنے امام سے پوچھے اور اس پر عمل نہ کرے تو عبث اور کھیل کرنے والا قرار پائے گا اور شریعت اس سے برتر ہے کہ عبث کا حکم فرمائے۔ تو رجوع اگر اس وجہ سے تقلید نہیں کہ وہ نص سے واجب ہے تو اخذ بھی ہرگز تقلید نہیں کیونکہ یہ بھی بعینہٖ اسی نص سے واجب ہے،
وثانیا ف۲: الاٰیة الاولی اوجبت الرجوع والثانیة الاخذ فطاح الفرق	**ثانیا**: پہلی آیت "فَسۡـَٔلُوۡۤا" نے رجوع وجواب کیا، اور دوسری "أ۔۔" نے اخذ واجب کیا، تو اخذ ورجوع کے حکم میں فرق بیکار ہوا،
وثالثا: ف۳: حیث اتحد ماٰل الرجوع والاخذ فعلی تقریر الشارح یتناقض قوله التقلید اخذ العامی	**ثالثا**: جب رجوع اور اخذ دونوں کا مآل ایک ہے تو بر تقریر شارح متن کی ان دونوں عبارتوں میں تناقض لازم آئے گا (ا) عامی کا

ف۱: معروضة علی العلامة بحرالعلوم

ف۲: معروضة علیه

ف۳: معروضة علیه

[20] فواتح الرحموت بذیل المستصفی الاصل الرابع فصل فی تعریف التقلید الخ مطبعة منشورات الرضی قم ایران

من المجتھد وقولہ لیس منہ رجوع العامی الی المفتی فان المفتی ھو المجتھد کما فی المتن متصلا بما مر۔

ورابعا: ان ارید ف۱ بحجۃ من الاربع التفصیلیۃ اعنی الخاصۃ بالجزئیۃ النازلۃ بطل قولہ فالرجوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوالاجماع لیس منہ فانہ لایکون عن ادراك الدلیل التفصیلی وان ارید الاجمالیۃ کالعمومات الشرعیۃ بطل جعلہ اخذ العامی من المجتھد تقلیدا فانہ ایضا عن دلیل شرعی،

خامسا: اذقد حکم ف۲ اولا ان اخذ العامی عن المجتھد تقلید فما معنی الاستدراك علیہ بقولہ لکن العرف الخ

وسادسا: لیس ف۳: نفس الرجوع

مجتہد سے اخذ کرنا تقلید ہے (۲) عامی کا مفتی کی جانب رجوع کرنا تقلید نہیں، اس لئے کہ مفتی وہی ہے جو مجتہد ہو جیسا کہ متن میں عبارت مذکورہ سے متصل ہی گزر چکا ہے۔

رابعا: حجت ودلیل کی توضیح میں شارح نے "ادلہ اربعہ میں سے کوئی دلیل" کہا اگر اس سے مراد دلیل تفصیلی ہے یعنی وہ خاص دلیل جو پیش آمدہ جزئیہ ومسئلہ سے متعلق ہے (اسے جانے بغیر دوسرے کا قول لے لینے کا نام تقلید ہے) تو یہ کہنا باطل ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم یا اجماع کی طرف رجوع تقلید نہیں، اس لئے کہ یہ رجوع دلیل تفصیلی کا علم ادراک نہیں، اور اگر اس سے مراد دلیل اجمالی ہے جیسے عام ارشادات شرعیہ تو مجتہد سے عامی کے اخذ کو تقلید کہنا باطل ہے کیوں کہ یہ بھی ایک دلیل شرعی کے تحت ہے۔

خامسا: جب ابتداء یہ فیصلہ کردیا کہ عامی کا مجتہد سے اخذ کرنا تقلید ہے تو بعد میں بطور استدراک یہ عبارت لانے کا کیا معنی؟ "لیکن عرف اس پر ہے کہ عامی، مجتہد کا مقلد ہے۔"

سادسا: نفس رجوع تقلید ہرگز نہیں،

ف۱: معروضۃ علی المولٰی بحر العلوم

ف۲: معروضۃ علیہ

ف۳: معروضۃ علیہ

تقلیدا قط والا لکان رجوعنا الی کتب الشافعیہ لنعلم ما مذھب الامام المطلبی فی المسألۃ تقلیدا لہ ولا یتوھمہ احد، وسابعا: مثلہ ف۱ او اعجب منہ جعل اخذ القاضی بشھادۃ الشھود تقلیدا منہ لھم فانہ تقلید لا یعرفہ عرف ولا شرع ومن یتجاسر ف۲ ان یسمی قاضی الاسلام ولوایا یوسف عہ مقلد ذمیین اذا قضی بشھادتھما علی ذمی	ورنہ کسی مسئلے میں امام شافعی مطلبی علیہ الرحمہ کا مذہب معلوم کرنے کے لئے کتبِ شافعیہ کی جانب ہمارا رجوع کرنا امام شافعی کی تقلید ٹھہرے، حالانکہ کسی کو یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ **سابعا:** اسی کے مثل یا اس سے بھی زیادہ حیرت خیز بات یہ ہوئی کہ اگر قاضی نے گواہوں کی شہادت لے لی تو اسے یہ ٹھہرایا کہ قاضی نے گواہوں کی تقلید کر لی، ایسی تقلید سے نہ کوئی عرف آشنا ہے نہ شریعت میں کہیں اس کا نام ونشان کسے جرات ہے کہ قاضی اسلام کو خواہ وہ امام ابو یوسف ہی ہوں ایسے دو ذمیوں کا مقلد کہہ دے

عــــہ بل وامراء المؤمنین الخلفاء الراشدین رضی اللہ تعالٰی عنھم وانت تعلم ف۳ انہ لیس الاثقۃ بقول الشھود فیما اخبروا بہ عن واقعۃ حسیۃ شھدوھا ولو کان ھذا تقلیدا لم یسلم من تقلید احادالناس امام ولا صحابی ولا نبی وفی مسلم قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدثنا تمیم الداری [21] اھ منہ غفرلہ۔ (م)	بلکہ کوئی شخص جرات کر سکتا ہے کہ خلفائے راشدین کو ذمیوں کا مقلد کہے؟ اور آپ جانتے ہیں کہ قاضی تو صرف گواہوں کے اس قول سے وثوق حاصل کرتا ہے اس معاملہ میں جس واقعہ حسیہ کا انہوں نے مشاہدہ کیا ہوا گر اس چیز کا نام تقلید ہے تو کوئی امام صحابی اور نبی تقلید سے سالم نہ رہے گا اور مسلم شریف میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کہ ہمیں تمیم داری نے حدیث بیان کی اھ منہ غفرلہ (ت)۔

ف۱: معروضۃ علیہ

ف: معروضۃ علیہ

ف: معروضۃ علیہ

21 صحیح مسلم کتاب الفتن باب قصۃ الجساسۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۰۴و۴۰۵

بل الحق فی حل المتن مارأیتنی کتبت علیه هکذا (التقلید)الحقیقی هو (العمل بقول الغیر من غیر حجة) اصلا (کاخذ العامی) من مثله وهذا بالا جماع اذلیس قول العامی حجة اصلا لا نفسه ولا لغیره (و) کذا اخذ (المجتهد من مثله) علی مذهب الجمهور من عدم جواز تقلید مجتهد مجتهدا اٰخر وذلك لانه لما کان قادرا علی الاخذ عن الاصل فالحجة فی حقه هوا لاصل وعدوله عنه الی ظن مثله عدول الی مالیس حجة فی حقه فیکون تقلیدا حقیقیا فالضمیر فی مثله الی کل من العامی والمجتهد عــــہ لا الی المجتهد خاصة.	جن کی شہادت پر اس نے کسی ذمی کے خلاف فیصلہ کر دیا ہو ؟بلکہ متن مذکور کے حل میں حق وہ ہے جو اس عبارت پر خود میں نے کبھی لکھا تھا وہ اس طرح ہے (قوسین میں متن کے الفاظ ہیں ۱۲م) (تقلید) حقیقی (دوسرے کے قول پر) اصلا کسی بھی (دلیل کے بغیر عمل کرنا، جیسے عامی کا اخذ کرنا) اپنے ہی جیسے عامی سے، یہ بالاجماع ہے، اس لئے کہ عامی کا قول سرے سے دلیل ہی نہیں، نہ خود اس کے لئے نہ کسی اور کے لئے (اور) اسی طرح (مجتہد کا اپنے ہی جیسے شخص سے) اخذ کرنا۔ یہ حکم اس مذہب جمہور پر ہے کہ ایک مجتہد کے لئے دوسرے مجتہد کی تقلید جائز نہیں، یہ اس لئے کہ جب وہ اصل سے اخذ کرنے پر قادر ہے تو اس کے حق میں حجت وہی اصل ہے، اسے چھوڑ کر اپنے ہی جیسے شخص کے گمان کی جانب رجوع کرنا ایسی چیز کی طرف رجوع ہے جو اس کے حق میں حجت نہیں، تو یہ بھی تقلید حقیقی ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ "مثلہ" میں ضمیر عامی اور مجتہد ہر ایک کی جانب راجع ہے، صرف مجتہد کی طرف نہیں،

عــــہ کما لا یخفی فــــ علی کل ذی ذوق فضلا عن النظر الی ما یلزم ۱۲ منه۔ (م)

جیسا کہ ہر صاحب ذوق پر ظاہر ہے، قطع نظر اس خرابی سے جو صرف مجتہد کی جانب راجع ٹھہرانے میں لازم آتی ہے، ۱۲ منہ (ت)

فــــ: معروضة علیه۔

| واذا عرفت ان التقلید الحقیقی یعتمد انتفاء الحجۃ رأسا (فالرجوع الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوالٰی الاجماع) وان لم نعرف دلیل ماقالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوقالہ اھل الاجماع تفصیلا (لیس منہ) ای من التقلید الحقیقی لوجود الحجۃ الشرعیۃ ولو اجمالا (وکذا) رجوع (العامی) من لیس مجتھدا (الی المفتی) وھوالمجتھد (و)رجوع القاضی الی الشھود (العدول) واخذھما بقولھم لیس من التقلید فی شیئ لانفس الرجوع ولاالعمل بعدہ (لا یجاب النص) ذلك الرجوع والعمل (علیھما) فیکون عملا بحجۃ ولو اجمالیۃ کما عرفت ھذا ھو حقیقۃ التقلید (لکن العرف) عـــہ مضی (علی ان العامی مقلد للمجتھد فجعل عملہ بقول من دون معرفۃ دلیلہ التفصیلی تقلیدا لہ وان کان انما | جب یہ معلوم ہوگیا کہ تقلید حقیقی کا مدار اس پر ہے کہ سرے سے کوئی دلیل نہ ہو (تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم یا اجماع کی طرف رجوع) اگرچہ ہمیں تفصیلی طور پر اس کی دلیل معلوم نہ ہو جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا جو اہل اجماع نے کہا (اس سے نہیں) یعنی تقلید حقیقی نہیں اسلئے کہ حجت شرعیہ موجود ہے اگرچہ اجمالا ہے (اسی طرح عامی) جو مجتہد نہیں (کا مفتی) مفتی ، وہی ہے جو مجتہد ہو (کی طرف) رجوع (اور قاضی کا عادل) گواہوں (کی طرف) رجوع، اور ان کا قول لینا کسی طرح تقلید نہیں، نہ ہی نفس رجوع اور نہ ہی اس کے بعد عمل ، کوئی بھی تقلید نہیں، (اس لئے کہ ان دونوں پر) یہ رجوع و عمل (نص نے واجب کیا ہے) تو یہ ایک دلیل پر عمل ہوگا اگرچہ اجمالی دلیل پر جیسا کہ معلوم ہوا تقلید کی حقیقت تو یہی ہے (لیکن عرف اس پر) جاری (ہے کہ عامی ، مجتہد کا مقلد ہے) قول مجتہد کی دلیل تفصیلی سے آشنائی کے بغیر اس پر عامی کے عمل کو اس کی تقلید قرار دیا گیا ہے، اگرچہ مجتہد کی طرف عامی |

عـــہ تقدیرہ اولی من تقدیر دل کما لا یخفی اھ منہ غفرلہ۔ (م)	یہ لفظ مقدر ماننا لفظ دلالت مقدر ماننے سے اولی ہے جیسا کہ ظاہر ہے ۱۲ منہ (ت)

فـــ: معروضۃ علیہ۔

یرجع الیه لانه مأمور شرعاً بالرجوع الیه و الاخذ بقوله فکان عن حجة لابغیرها وھذا اصطلاح خاص بھذہ الصورۃ فالعمل بقول النبی صلی تعالٰی علیه وسلم وبقول اھل الاجماع لا یسمیه العرف ایضا تقلیدا (قال الامام) ھذا عرف العامة (و) مشی (علیه معظم الاصولیین) والاصطلاحات سائغة لا محل فیھا للتذییل بان ھذا ضعیف وذاك معتمد کمالا یخفی ھذا ھو التقریر الصحیح لھذا الکلام واللہ تعالٰی ولی الانعام۔	اسی لئے رجوع کرتا ہے کہ اسے شرعا اس کی جانب رجوع کرنے اور اس کا قول لینے کا حکم دیا گیا ہے، تو یہ رجوع دلیل کے تحت ہے بلا دلیل نہیں ، یہ ایک اصلاح ہے جو اسی صورت سے خاص ہے اور قول رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اور قول اہل اجماع پر عمل کو تو عرف میں بھی تقلید نہیں کہا جاتا (امام نے فرمایا) یہ عرف عام ہے (اور اسی پر اکثر اہل اصول گام زن (میں) اصطلاح کوئی بھی قائم کرنے لگے گنجائش ہوتی ہے تو سبھی اصطلاحیں روا ہوتی ہیں ان سے متعلق یہ نوٹ لگانا بے محل ہے کہ فلاں اصطلاح ضعیف ہے اور فلاں معتمد ہے، جیسا کہ مخفی نہیں، یہ ہے کلام مذکور کی صحیح تقریر، اور خدائے تعالٰی ہی فضل وانعام کا مالک ہے۔
الثالثة اقول: حیث علمت ان الجمھور علی منع اھل النظر من تقلید غیرہ وعندھم اخذہ بقوله من دون معرفة دلیله التفصیلی یرجع الی التقلید الحقیقی المحظور اجماعا بخلاف العامی فان عدم معرفته الدلیل التفصیلی یوجب علیه تقلید (المجتھد والالزم	**مقدمۂ سوم: اقول:** معلوم ہو چکا ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اہل نظر واجتہاد کے لئے یہ جائز نہیں کہ دوسرے کسی مجتہد کی تقلید کرے اور وہ اگر دوسرے کا قول اس کی دلیل تفصیلی سے آگاہی کے بغیر لے لیتا ہے تو جمہور کے نزدیک یہ تقلید حقیقی میں شامل ہے جو بالا جماع حرام ہے ، عامی کا حکم اس کے بر خلاف ہے اس لئے کہ دلیل تفصیلی سے نا آشنائی اس پر واجب کرتی ہے کہ وہ مجتہد کی تقلید کرے ورنہ لازم آئیگا

ف :معروضة علیه۔

التکلیف بما لیس فی الواسع او ترکہ سدی ظھران عدم معرفۃ الدلیل التفصیلی لہ اثران تحریم التقلید فی حق اھل النظر وایجابہ فی حق غیرھم ولا غر وان یکون شیئ واحد موجبا ومحرما معالشیئ اٰخر با ختلاف الوجہ فعدم المعرفۃ لعدم الاھلیۃ موجب للتقلید ومعھا محرم لہ۔	کہ اسے ایسے امر (دلیل تفصیلی سے آگاہی) کا مکلّف کیا جائے جو اس کے بس میں نہیں یا یہ کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے ، اس سے ظاہر ہوا کہ دلیل تفصیلی سے ناآشنائی کے دو اثر ہیں (۱) صاحب نظر کے لئے وہ تقلید کو حرام ٹھہراتی ہے (۲) اور غیر اہل نظر کے لئے وہ ہی ناآشنائی تقلید کو واجب قرار دیتی ہے ، اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ ایک ہی چیز کسی دوسری چیز کو الگ الگ وجہوں کے تحت واجب بھی ٹھہرائے اور حرام بھی ، تو یہی ناآشنائی فقدان اہلیت کے باعث تقلید کو واجب قرار دیتی ہے ۔ اور اہلیت ہوتے ہوئے تقلید کو حرام قرار دیتی ہے۔
الرابعۃ ف الفتوی حقیقۃ وعرفیۃ فالحقیقۃ ھو الافتاء عن معرفۃ الدلیل التفصیلی واولئك الذین یقال لھم اصحاب الفتوی ویقال بھذا افتی الفقیہ ابو جعفر والفقیہ ابو اللیث و اضرابھما رحمھم اللہ تعالٰی والعرفیۃ اخبار العالم با قوال الامام جاھلا عنھا تقلیدالہ من دون تلك المعرفۃ کما یقال فتاوی ابن نجیم والغزی والطوری والفتاوی الخیریۃ وھلم	**مقدمہ چہارم:** ایک حقیقی فتوٰی ہوتا ہے ، ایک عرفی فتوائے حقیقی یہ ہے کہ دلیل تفصیلی کی آشنائی کے ساتھ فتوٰی دیا جائے۔ ایسے ہی حضرات کو اصحاب فتوٰی کہا جاتا ہے اور اسی معنی میں یہ بولا جاتا ہے کہ فقیہ ابو جعفر ، فقیہ ابو اللیث اور ان جیسے حضرات رحمہم اللہ تعالٰی نے فتوٰی دیا ، اور فتوائے عرفی یہ ہے کہ اقوال امام کا علم رکھنے والا اس تفصیلی آشنائی کے بغیر ان کی تقلید کے طور پر کسی نہ جاننے والے کو بتائے ۔ جیسے کہا جاتا ہے فتاوی ابن نجیم ، فتاوی غزی ، فتاوی طوری ، فتاوی خیریہ ، اسی طرح زمانہ و

ف : الفتوٰی قسمان حقیقۃ مختصۃ بالمجتھد و عرفیۃ۔

تنزلازمانا ورتبة الی الفتاوی الرضویة جعلها اللہ تعالٰی مُرضیة مرضیة اٰمین

الخامسةف **اقول**: وباللہ التوفیق القول قولان صوری وضروری فالصوری هو المقول المنقول والضروری مالم یقله القائل نصابالخصوص لکنه قائل به فی ضمن العموم الحاکم ضرورة بأن لو تکلم فی هذا الخصوص لتکلم کذا و ربما یخالف الحکم الضروری الحکم الصوری وح یقضی علیه الضروری حتی ان الاخذ بالصوری یعد مخالفة للقائل والعدول عنه الی الضروری موافقة او اتباعا له کأن کان زید صالحا فامر عمرو خدامه باکرامه نصاجها راوکرر ذلك علیهم مرارا، وقد کان قال لهم ایا کم ان تکرموا فاسقا ابدا فبعد

رتبہ میں ان سے فروتر فتاوٰی رضویہ تک چلے آئیے، اللہ تعالٰی اسے اپنی رضا کا باعث اور اپنا پسندیدہ بنائے، آمین!

مقدمہ پنجم: اقول: وباللہ التوفیق، قول کی دو قسمیں ہیں (۱) قول صوری (۲) قول ضروری-- قول صوری وہ جو کسی نے صراحۃً کہا اور اس سے نقل ہوا، اور قول ضروری وہ ہے جسے قائل نے صراحۃً اور خاص طور پر نہ کہا ہو مگر وہ کسی ایسے عموم کے ضمن میں اس کا قائل ہو جس سے ضروری طور پر یہ حکم برآمد ہوتا ہے کہ اگر وہ اس خصوص میں کلام کرتا تو اس کا کلام ایسا ہی ہوتا، کبھی حکم ضروری، حکم صوری کے خلاف بھی ہوتا ہے، ایسی صورت میں حکم صوری کے خلاف حکم ضروری راجح وحاکم ہوتا ہے یہاں تک کہ صوری کو لینا قائل کی مخالفت شمار ہوتا ہے اور حکم صوری چھوڑ کر حکم ضروری کی طرف رجوع کو قائل کی موافقت یا اس کی پیروی کہا جاتا ہے، مثلاً زید نیک اور صالح تھا تو عمرو نے اپنے خادموں کو صراحۃً علانیۃً زید کی تعظیم کا حکم دیا اور بار بار ان کے سامنے اس حکم کی تکرار بھی کی، اور اس سے ایک زمانہ پہلے ان خدام کو ہمیشہ کیلئے کسی فاسق کی تکریم سے ممانعت بھی کر چکا تھا۔ پھر

ف: القول قولان صوری و ضروری وهو یقتضی علی الصوری وله ستة وجوہ۔

زمان فسق زید علانیۃ فان اکرمہ بعدہ خدامہ عملا بنصہ المکرر المقرر کانوا عاصین وان ترکوا اکرامہ کانوا مطیعین	کچھ دنوں بعد زید فاسق معلن ہوگیا، اب اگر عمرو کے خدام اس کے مکرر ثابت شدہ صریح حکم پر عمل کرتے ہوئے زید کی تعظیم کریں تو عمرو کے نافرمان شمار ہوں گے اور اگر اس کی تعظیم ترک کردیں تو اطاعت گزار ٹھہریں گے۔
ومثل ذلك یقع ف فی اقوال الائمۃ اما لحدوث ضرورۃ او حرج اوعرف او تعامل او مصلحۃ مھمۃ تُجلب اومفسدۃ ملمۃ تُسلب وذلك لان استثناء الضرورات ورفع الحرج ومراعاۃ المصالح الدینیۃ الخالیۃ عن مفسدۃ تربو علیھا ودرء المفاسد والاخذ بالعرف والعمل بالتعامل كل ذلك قواعد كلیۃ معلومۃ من الشرع لیس احد من الائمۃ الا مائلا الیھا و قائلا بھا ومعولا علیھا فاذا كان فی مسألۃ نص الامام ثم حدث احد تلك المغیرات علمنا قطعا ان لو حدث علی عھدہ	اسی طرح اقوال ائمہ میں بھی ہوتا ہے (کہ ان کے حکم صوری کے خلاف کوئی حکم ضروری پالیا جاتا ہے) اس کے درج ذیل اسباب پیدا ہوتے ہیں (۱) ضرورت (۲) حرج (۳) عرف (۴) تعامل (۵) کوئی اہم مصلحت جس کی تحصیل مطلوب ہے (۶) کوئی بڑا مفسدہ جس کا ازالہ مطلوب ہے، یہ اس لئے کہ صورتوں کا استثنا، حرج کا دفعیہ، ایسی دینی مصلحتوں کی رعایت جو کسی ایسی خرابی سے خالی ہوں جو ان سے بڑھی ہوئی ہے، مفاسد کو دور کرنا، عرف کا لحاظ کرنا، اور تعامل پر کاربند ہونا یہ سب ایسے قواعد کلیہ ہیں جو شریعت سے معلوم ہیں، ہر امام ان کی جانب مائل ان کا قائل اور ان پر اعتماد کرنے والا ہی ہے۔ اب اگر کسی مسئلے میں امام کا کوئی صریح حکم رہا ہو پھر حکم تبدیل کرنے والے مذکورہ امور میں سے کوئی ایک پیدا ہو تو ہمیں قطعاً یہ یقین ہوگا کہ یہ

ف: چھ۶ باتیں ہیں جن کے سبب قول امام بدل جاتا ہے لہٰذا قول ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے اور وہ چھ باتیں: ضرورت، دفع حرج، عرف، تعامل، دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ، ان سب میں بھی حقیقۃً قول امام ہی پر عمل ہوتا ہے۔

لکان قوله علی مقتضاہ لا علی خلافه و ردہ ، فالعمل بقوله الضروری الغیر المنقول عنه هو العمل بقوله لا الجمود علی المأثور من لفظه، وقد عد فی العقود مسائل کثیرة من هذا الجنس ثم احال بیان کثیر أُخر علی الاشباہ ثم قال (فهذہ)کلها قد تغیرت احکامها لتغیر الزمان اما للضرورة واما للعرف واما لقرائن الاحوال قال وکل ذلك غیر خارج عن المذهب لان صاحب المذهب لو کان فی هذا الزمان لقال بها ولحدث هذا التغیر فی زمانه لم ینص علی خلافها. قال و هذا الذی جرأ المجتهدین فی المذهب واهل النظر الصحیح من المتأخرین علی مخالفة المنصوص علیه من صاحب المذهب فی کتب ظاهر الروایة بناء علی ماکان فی زمنه کما تصریحهم به[22] الخ

امر اگر ان کے زمانے میں پیدا ہوتا تو ان کا قول اس کے تقاضے کے مطابق ہی ہوتا اسے رد نہ کرتا اور اس کے بر خلاف نہ ہوتا ایسی صورت میں ان سے غیر منقول قول ضروری پر عمل کرنا ہی در اصل ان کے قول پر عمل ہے، ان سے نقل شدہ الفاظ پر جم جانا ان کی پیروی نہیں، عقود میں ایسے بہت سے مسائل شمار کرائے اور بکثرت دیگر مسائل کے لئے اشباہ کا حوالہ دیا، پھر یہ لکھا کہ یہ سارے مسائل ایسے ہیں جن کے احکام تغیر زمان کی وجہ سے بدل گئے یا تو ضرورت کے تحت، یا عرف کی وجہ سے، یا قرائن احوال کے سبب، فرمایا: اور یہ سب مذہب سے باہر نہیں، اس لئے کہ صاحب مذہب اگر اس دور میں ہوتے تو ان ہی کے قائل ہوتے، اور اگر یہ تبدیلی ان کے وقت میں رونما ہوتی تو ان احکام کے بر خلاف صراحت نہ فرماتے، فرمایا، اسی بات نے حضرات مجتہدین فی المذہب اور متاخرین میں سے اصحاب نظر صحیح کے اندر یہ جرات پیدا کی کہ وہ اس حکم کی مخالفت کریں جس کی تصریح خود صاحب مذہب سے کتب ظاہر الروایہ میں موجود ہے، یہ تصریح ان کے زمانے کے حالات کی بنیاد پر ہے جیسا کہ اس سے متعلق ان کی تصریح گزر چکی ہے الخ۔

[22] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۴۵

اقول: بل ربما یقع نظیر ذلك فی نص الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد ف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استأذنت احدکم امرأتہ الی المسجد فلا یمنعنھا رواہ احمد والبخاری[23] ومسلم والنسائی وفی لفظ لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ رواہ احمد[24] ومسلم کلھم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما وبالثانی رواہ احمد وابو داود وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بزیادۃ و لیخرجن تفلات[25]

اقول: بلکہ اس کی نظیر خود نص شارع علیہ الصلوۃ والسلام میں بھی ملتی ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت مانگے تو وہ ہر گز اسے نہ روکے ، (احمد ، بخاری ، مسلم ، نسائی) اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں : اللہ کی بندیوں کو مسجدوں سے نہ روکو ، اس کے راوی امام احمد و مسلم ہیں اور یہ سبھی حضرات ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہیں ، اور بلفظ دوم : **ولیخرجن تفلات** (اور وہ خوشبو لگائے بغیر نکلیں) کے اضافے کے ساتھ امام احمد وابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

ف: انہیں وجوہ صحیح اور مؤکد احادیث کا خلاف کیا جاتا ہے اور وہ خلاف نہیں ہوتا جیسے عورتوں کا جماعت اور جمعہ و عیدین میں حاضر ہونا کہ زمانہ رسالت میں حکم تھا اور اب مطلقًا منع ہے ۔

---

23 صحیح للبخاری کتاب الاذان باب الاستیذان المرأۃ لزوجہا الخ　قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۰، صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب خروج النساء الی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۳، مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲ / ۷، سنن النسائی کتاب المساجد النہی عن منع النساء الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱ / ۱۱۵

24 صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۱۸۳، مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب لاسلامی بیروت ۲ / ۱۶

25 سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب ماجاء خروج النساء الی المساجد آفتاب عالم پریس لاہور ۱ / ۸۴، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ مکتب الاسلامی ۲ / ۴۳۸، ۴۷۵، ۵۲۸

وقد امر صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم باخراج الحیض وذوات الخدور یوم العیدین فیشهدن جماعة المسلمین ودعوتهم وتعتزل الحیض المصلی قالت امرأة یا رسول اللّٰہ احدنا لیس لها جلباب قال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم تلبسها صاحبتها من جلبابها[26] رواہ البخاری ومسلم واٰخرون عن ام عطیة رضی اللّٰہ عنها۔ ومع ف ذلك نهی الائمة الشواب مطلقا والعجائز نهارا ثم عمموا النهی عملا بقوله صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الضروری المستفاد من قول ام المؤمنین الصدیقة رضی اللّٰہ تعالٰی عنها لو ان رسول اللّٰہ	تعالٰی عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی حکم دیا کہ روز عیدین حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو باہر لائیں تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت ودعا میں شریک ہوں اور حیض والی عورتیں عید گاہ سے الگ رہیں، ایک خاتون نے عرض کیا یارسول اللہ! ہماری بعض عورتوں کے پاس چادر نہیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ساتھ والی عورت اسے اپنی چادر کاایک حصہ اڑھادے، اسے بخاری ومسلم اور دیگر محدثین نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیااس کے باوجود ائمہ کرام نے جوان عورتوں کو مطلقًا اور بوڑھی عورتوں کو صرف دن میں مسجد جانے سے منع فرمایا، پھر سب کے لئے ممانعت عام کردی، یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اس قول ضروری پر عمل کے تحت کیا جو ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے درج ذیل بیان سے مستفاد ہے: اگر رسول اللہ

ف: مسئلہ رات ہو یادن، عورت جوان ہو یابوڑھی، جمعہ ہو یا عید، یاجماعت پنج گانہ یا مجلس وعظ مطلقًا عورت کا جانا منع ہے۔

[26] صحیح البخاری کتاب الحیض باب شہود الحائض العیدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶، صحیح مسلم کتاب العیدین فصل فی اخراج العواتق وذوات الخدور الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹۱

صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم رأى من النساء مارأینا لمنعهن من المسجد كما منعت بنو اسرائیل نساء هارواه احمد والبخاری ومسلم[27] .قال فی التنویر والدر (یکره حضور هن الجماعة) ولو لجمعة وعید وعظ (مطلقا) ولو عجوز الیلا (علی المذهب) المفتی به لفساد الزمان واستثنی الکمال بحثا العجائز المتفانیة اھ[28]	صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ان عورتوں کا وہ حال مشاہدہ کرتے جو ہم نے مشاہدہ کیا تو انہیں مسجد سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو روک دیا، (احمد، بخاری، مسلم) تنویر الابصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے (قوسین میں متن کے الفاظ ہیں ۱۲م) (جماعت) اگرچہ جمعہ یا عید اور وعظ کی ہو (عورتوں کی حاضری مطلقا) اگرچہ بڑھیا ہو اگرچہ رات ہو (مکروہ ہے ہمارے مذہب پر) اس مذہب پر جس پر فساد زمان کی وجہ سے فتوٰی ہے اور کمال ابن الہمام نے بطور بحث فنا کے قریب پہنچنے والی بوڑھی عورتوں کا استثنا کیا ہے اھ۔
والمراد بالمذهب مذهب المتاخرین ولمارد علیه البحر بان هذه الفتوی مخالفة لمذهب الامام وصاحبیه جمیعا فانهما اباحا للعجائز الحضور مطلقا والامام فی غیر الظهر والعصر و الجمعة فالافتاء بمنع العاجز فی الکل مخالف	مذہب سے مراد مذہب متاخرین ہے اس پر صاحب بحر نے یوں رد کیا ہے کہ یہ فتوٰی حضرات امام وصاحبین سبھی کے مذہب کے خلاف ہے اس لئے کہ صاحبین نے بوڑھی عورتوں کے لے مطلقا جواز رکھا ہے اور امام نے ظہر، عصر اور جمعہ کے علاوہ میں جائز کہا ہے، تو بوڑھی عورتوں کے لئے بھی نمازوں میں ممانعت کا

[27] صحیح بخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد باللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۰، صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب خروج النساء الی المساجد باللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۳، مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ٦ / ۹۱، ۱۹۳، ۲۳۵

[28] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱ / ۸۳

للکل فالمعتمد مذھب الامام اھ بمعناہ اجاب عنه فی النهر قائلا فیه نظر بل هو ماخوذ من قول الامام وذلك انه انما منعها لقیام الحامل وهو فرط الشهوة بناء علی ان الفسقة لا ینتشرون فی المغرب لانهم بالطعام مشغولون وفی الفجر والعشاء نائمون فاذا فرض انتشارهم فی هذه الاوقات لغلبة فسقهم کما فی زماننا بل تحریهم ایاها کان المنع فیها اظهر من الظهر اھ قال الشیخ اسمٰعیل وهو کلام حسن الی الغایة اھ ش [29] **السادسة** ف حامل اُخر علی العدول عن قول الامام مختص باصحاب النظر وهو ضعف دلیله **اقول:** ای فی نظرهم وذلك لانهم	فتوٰی دینا سبھی کے خلاف ہے معتمد مذہب امام ہے اھ ، نہر میں اس تردید پر جوابا یہ تحریر ہے ، یہ محل نظر ہے اس لئے کہ زیر بحث فتوٰی قول امام سے ہی ماخوذ ہے وہ اس لئے کہ امام نے جن اوقات میں منع فرمایا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ باعث منع موجود ہے وہ ہے زیادتی شہوت ، اس لئے کہ فساق کھانے میں مشغولیت کی وجہ سے مغرب کے وقت راہوں میں منتشر نہیں رہتے اور فجر وعشا کے وقت سوئے ہوتے (اور دیگر اوقات میں منتشر رہتے ہیں) توجب فرض کیا جائے کہ وہ غلبہ فسق کی وجہ سے ان تینوں اوقات میں بھی منتشر رہتے ہیں جیسے ہمارے زمانے کا حال ہے بلکہ وہ خاص ان ہی اوقات میں نکلنے کی تاک میں رہتے ہیں ، توان اوقات میں عورتوں کے لئے ممانعت ، ظہر کی ممانعت سے زیادہ ظاہر وواضح ہوگی ، اھ شیخ اسمٰعیل فرماتے ہیں ، یہ نہایت عمدہ کلام ہے اھ ۔ (شامی) **مقدمہ ششم :** قول امام چھوڑنے کا ایک اور باعث ہے جو اصحاب نظر کے لئے خاص ہے ۔ وہ یہ ہے کہ اس کی دلیل کمزور ہو ، **اقول:** یعنی ان حضرات کی نظر میں کمزور ، ان کے لئے

ف: العدول عن قوله بدعوی ضعف دلیله خاص بالمجتهدین فی المذهب و هم لا یخرجون به عن المذهب ۔

[29] ردالمحتار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱ / ۳۸۰ ، البحر الرائق باب الامامۃ ۱ / ۳۵۹ و نہر الفائق باب الامۃ الخ ۱ / ۲۵۱ قدیمی کتب خانہ کراچی

مأمورون باتباع مايظهر لهم قال تعالى"............[30] "ولا تكليف الا بالوسع فلا يسعهم الا العدول ولا يخرجون بذلك عن اتباع الامام بل متبوعون لمثل قوله العام اذا صح الحديث فهو مذهبى، ففى شرح الهداية لابن الشحنة ثم شرح الاشباه لبيرى ثم ردالمحتار"اذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به فقد صح عنه انه قال اذا صح الحديث فهو مذهبى [31] ه **اقول:** يريد ف الصحة فقها ويستحيل معرفتها الا للمجتهد	یہاں قول امام چھوڑنے کا جواز اس لئے ہے کہ انہیں اسی کی اتباع کا حکم ہے جو ان پر ظاہر ہو، باری تعالی کا ارشاد ہے: اے بصیرت والو! نظر واعتبار سے کام لو۔ اور تکلیف بقدر وسعت ہی ہوتی ہے، تو ان کے لئے چھوڑنے کے سوا کوئی گنجائش نہیں۔ اور وہ اس کے باعث اتباع امام سے باہر نہ ہونگے، بلکہ امام کے اس طرح کے قول عام کے متبع رہیں گے، **اذا صح الحديث فهو مذهبى** جب حدیث صحیح ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے ابن شحنہ کی شرح ہدایہ، پھر بیری کی شرح اشباہ پھر ردالمحتار میں ہے جب حدیث صحیح ہو اور مذہب کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل ہوگا اور وہی امام کا بھی مذہب ہوگا اس پر عمل کی وجہ سے ان کا مقلد حنفیت سے باہر نہ ہوگا اس لئے کہ خود امام سے بروایت صحیح یہ ارشاد ثابت ہیں کہ جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے اھ، **اقول:** یہاں صحت سے صحت فقہی مراد ہے جس کی معرفت غیر مجتہد کے لئے محال ہے

ف: المراد فى اذا صح الحديث فهو مذهبى هى الحجة الفقهية و لاتكفى الاثرية

[30] القرآن ۲/۵۹

[31] ردالمحتار　مقدمۃ الکتاب مطلب صح عن الامام انہ قال اذا صح الحدیث الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۶

لاالصحة المصطلحة عندالمحدثین کما بینته فی الفضل الموھبی بدلائل قاھرۃ یتعین استفادتھا قال ش فاذا نظر اھل المذھب فی الدلیل و عملوا بہ صح نسبتہ الی المذھب لکونہ صادرا باذن صاحب المذھب اذ لا شك انہ لو علم ضعف دلیلہ رجع عنہ واتبع الدلیل الاقوی ولذارد المحقق ابن الھمام علی بعض المشائخ (حیث) افتوا بقول الامامین بانہ لایعدل عن قول الامام الالضعف دلیلہ اھ[32] فاقول: ھذا [ف] غیر معقول ولا مقبول وکیف یظھر ضعف دلیلہ فی الواقع لضعفہ فی نظر بعض مقلدیہ وھؤلاء اجلۃ ائمۃ الاجتھاد المطلق مالك والشافعی واحمد ونظراؤھم رضی اللہ تعالٰی عنھم	اصطلاح محدثین والی صحت مراد نہیں ، جیساکہ میں نے الفضل الموھبی میں اسے ایسے قاہر دلائل سے بیان کیا ہے جن سے آگاہی ضروری ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں، جب اہل مذہب نے دلیل میں نظر کی اور اس پر کاربند ہوئے تو مذہب کی جانب اسے منسوب کرنا بجا ہے اس لئے کہ یہ صاحب مذہب کے اذن ہی سے ہوا کیونکہ انہیں اگر اپنی دلیل کی کمزوری معلوم ہوتی تو یقینا وہ اس سے رجوع کرکے اس سے زیادہ قوی دلیل کی پیروی کرتے اسی لئے جب بعض مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا تو محقق ابن الہمام نے ان کی تردید فرمائی کہ امام کے قول سے انحراف نہ ہوگا سوااس صورت کے کہ اس کی دلیل کمزور ہو۔ **اقول:** یہ ناقابل فہم اور ناقابل قبول ہے بعض مقلدین کی نظر میں دلیل کے کمزور ہونے سے دلیل امام کا فی الواقع کمزور ہونا کیسے ظاہر ہوسکتا ہے ؟ اجتہاد مطلق کے حامل یہ بزرگ ائمہ مالک ، شافعی ، احمد اور ان کے ہم پایہ حضرات رضی اللہ تعالٰی عنہم

ف : معروضۃ علی العلامۃ ش

[32] ردالمحتار مقدمۃ الکتاب مطلب صح عن الامام انہ قال اذا صح الحدیث الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱ / ۴۶

يطبقون كثيرا على خلاف الامام وهو اجماع منهم على ضعف دليله ثم لا يظهر بهذا ضعفه ولا ان مذهب هؤلاء مذهبه فكيف بمن دونهم ممن لم يبلغ رتبتهم نعم هم عاملون فى نظرهم بقوله العام فمعذرون بل ماجورون ولا يتبدل ف بذلك المذهب الاترى ان تحديدا الرضاع بثلثين شهرا دليله ضعيف بل ساقط عند اكثر المرجحين ولا يجوز لاحدان يقول الاقتصار على عامين مذهب الامام وتحريم حليلة الاب والابن رضاعا نظر فيه الامام البالغ رتبة الاجتهاد المحقق على الاطلاق وزعم ان لا دليل عليه بل الدليل قاض بحلهما ولم ارمن اجاب عنه وقد تبعه عليه ش فهل يقال ان تحليلهما مذهب الامام

بار ہا مخالفت امام پر متفق نظر آتے ہیں یہ ان حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس جگہ دلیل امام کمزور ہے ، پھر بھی اس سے واقعۃً اس کا کمزور ہونا ثابت نہیں ہوتا ، نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان حضرات کا جو مذہب ہے وہی امام کا بھی مذہب ہے ، جب ان کا یہ معاملہ ہے تو ان کا کیا حکم ہوگا جو ان سے فروتر ہیں جنہیں ان کے منصب تک رسائی حاصل نہیں ؟ ہاں وہ اپنی نظر میں امام کے قول عام پر عامل ہیں اس لئے معذور بلکہ ماجور اور مستحق ثواب ہیں مگر اس وجہ سے مذہب امام بدل نہ جائے گا ، دیکھئے مدت رضاعت تیس ماہ ٹھہرانے کی دلیل اکثر مرجحین کے نزدیک ضعیف بلکہ ساقط ہے پھر بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ دوسال پر اکتفا کرنا ہی مذہب امام ہے ، یوں ہی رضاعی باپ اور رضاعی بیٹے کی بیوی کے حرام ہونے کے حکم میں رتبہ اجتہاد تک رسائی پانے والے امام محقق علی الاطلاق کو کلام ہے ، ان کا خیال ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ دلیل یہ حکم کرتی ہے کہ دونوں حلال ہیں ، میں نے اس کلام کا جواب کسی کتاب میں نہ دیکھا ، علامہ شامی نے بھی انہی کی پیروی کی ہے ، پھر بھی کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں کی حلت ہی مذہب امام

ف: لایتبدل المذهب بتصحیحات المرجحین خلافه۔

کلا بل بحث من ابن الھمام ،	ہے؟ ہر گز نہیں! بلکہ یہ صرف ابن الہمام کی ایک بحث ہے۔
ولیس [ف۱] فیما ذکر عن ابن الھمام الی ما ادعی من صحۃ جعلہ مذھب الامام انما فیہ جواز العدول لھم اذا استضعفوا دلیلہ واین ھذا من ذاک۔	علامہ شامی نے جو دعوی کیا کہ صاحب نظر جس پر عمل کرلے اسے مذہب امام قرار دینا بجا ہوگا اس کا امام ابن الہمام سے نقل کردہ کلام میں کوئی اشارہ بھی نہیں اس میں تو بس اس قدر ہے کہ اہل نظر کو جب قول امام کی دلیل کمزور معلوم ہو تو ان کے لئے اس سے انحراف جائز ہے، کہاں یہ، اور کہاں وہ؟
نعم فی الوجوہ السابقۃ تصح النسبۃ الی المذھب لاحاطۃ العلم بانہ لو وقع فی زمنہ لقال بہ کما قال فی التنویر لمسألۃ نھی النساء مطلقا عن حضور المساجد علی المذھب وھذہ نکتۃ غفل [ف۲] منھا المحقق ش ففسر المذھب مذھب المتأخرین ھذا واما نحن فلم نؤمر لابا عتبار کاولی الابصار	ہاں سابقہ چھ[۶] صورتوں میں مذہب امام کی طرف انتساب بجا ہے اس لئے کہ وہاں اس بات کو پورے طور سے یقین ہے کہ وہ حالت اگر ان کے زمانے میں واقع ہوتی تو وہ بھی اسی کے قائل ہوتے، جیسا کہ تنویر الابصار میں مسجدوں کی حاضری سے عورتوں کی مطلقًا ممانعت کے مسئلے میں "علی المذہب" (بر بنائے مذہب) فرمایا محقق شامی کو اس نکتے سے غفلت ہوئی اس لئے انہوں نے مذہب کی تفسیر میں "مذہب متاخرین" لکھ دیا، یہ ذہن نشین رہے۔ اوپر کی گفتگو اہل نظر سے متعلق تھی، رہے ہم لوگ تو ہمیں اہل نظر کی طرح نظر واعتبار کا

ف: معروضۃ علیہ

ف: معروضۃ علیہ

بل بالسؤال والعمل بما یقوله الامام غیر باحثین عن دلیل سوی الاحکام فان کان العدول للوجوه السابقة اشترك فیه الخواص و العوام اذ لا عدول حقیقة بل عمل بقول الامام وانکان لدعوی ضعف الدلیل اختص بمن یعرفه و لذا قال فی البحر قد وقع للمحقق ابن الھمام فی مواضع الرد علی المشائخ فی الافتاء بقولھما بانه لایعدل عن قوله الا لضعف دلیله لکن ھو (ای المحقق) اھل للنظر فی الدلیل ومن لیس باھل للنظر فیه فعلیه الافتاء بقول الامام اھ [33] **السابعة** ف اذا اختلف التصحیح تقدم قول الامام الاقدم فی ردالمحتار قبل ما یدخل فی البیع تبعاً اذا اختلف	حکم نہیں بلکہ ہم اس کے مامور ہیں کہ احکام کے سوا کسی دلیل کی جستجو اور چھان بین میں نہ جاکر صرف قول امام دریافت کریں اور اس پر کاربند ہوجائیں، اب اگر قول امام سے عدول و انحراف سابقہ چھ وجہوں کے تحت ہے تو اس میں خواص و عوام سب شریک ہیں کیونکہ حقیقۃً یہاں انحراف نہیں بلکہ قول امام پر عمل ہے اور اگر ضعف دلیل کے دعوے کی وجہ سے انحراف ہو تو یہ اہل معرفت سے خاص ہے، اسی لئے بحر میں رقم طراز ہیں کہ محقق ابن الہمام کے قلم سے متعدد مقامات پر قول صاحبین پر فتوی دینے کی وجہ سے مشائخ کا رد ہوا ہے وہ لکھتے ہیں کہ قول امام سے انحراف نہ ہوگا بجز اس صورت کے کہ اس کی دلیل کمزور ہو، لیکن وہ محقق موصوف دلیل میں نظر کی اہلیت رکھتے ہیں، جو اس کا اہل نہ ہو اس پر تو یہی لازم ہے کہ قول امام پر فتوے دے اھ۔ **مقدمہ ہفتم:** جب تصحیح میں اختلاف ہو تو امام اعظم کا قول مقدم ہوگا"رد المحتار" "مایدخل فی البیع تبعاً" (بیع میں تبعاً داخل ہونے والی چیزوں کا بیان) سے

ف: عند اختلاف تصحیح یقدم قول الامام

33 بحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۷۰

التصحیح اخذ بما ھو قول الامام لانہ صاحب المذھب [34] اھ وقال فی الدر فی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسألۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدھما [35] اھ فقال العلامۃ ش لا تخییر لوکان احدھما قول الامام والاٰخر قول غیرہ لانہ لما تعارض التصحیحان تساقطا فرجعنا الی الاصل وھو تقدیم قول الامام بل فی شھادات الفتاوی الخیریۃ المقرر عندنا انہ لایفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنہ الی قولھما او قول احدھما او غیرھما الالضرورۃ کمسألۃ المزارعۃ وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولھما لانہ صاحب المذھب والامام المقدم [36] اھ ومثلہ فی البحر	پہلے یہ تحریر ہے: جب تصحیح میں اختلاف ہو تو اسی کو لیا جائے گا جو امام کا قول ہے اس لئے کہ صاحب مذہب وہی ہے اھ۔ در مختار میں ہے کہ، البحر الرائق کتاب الوقف وغیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں دو قول تصحیح یافتہ ہوں تو دونوں میں سے کسی پر بھی قضا وافتا جائز ہے اھ، اس پر علامہ شامی نے لکھا کہ یہ تخییر اس صورت میں نہیں جب دونوں قولوں میں ایک قول امام ہو اور دوسرا کسی اور کا قول ہو. اسلئے کہ جب دونوں تصحیحوں میں تعارض ہوا تو دونوں ساقط ہو گئیں اب ہم نے اصل کی جانب رجوع کیا، اصل یہ ہے کہ قول امام مقدم ہوگا بلکہ فتاوی خیر یہ کتاب الشھادات میں ہے کہ ہمارے نزدیک طے شدہ امر یہ ہے کہ فتوی اور عمل امام اعظم ہی کے قول پر ہوگا اسے چھوڑ کر صاحبین یا ان میں سے کسی ایک، یا کسی اور کا قول اختیار نہ کیا جائے گا بجز صورت ضرورت کے، جیسے مسئلہ مزارعت میں ہے، اگرچہ مشائخ نے تصریح فرمائی ہو کہ فتوی قول صاحبین پر ہے، اس لئے کہ وہی صاحب مذہب اور امام مقدم ہیں اھ، اسی کے مثل بحر میں

---

[34] ردالمحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴ / ۳۳

[35] الدر المختار رسم المفتی مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱ / ۱۴

[36] الدر المختار رسم المفتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۱ / ۴۹

وفیہ یحل الافتاء بقول الامام بل یجب وان لم یعلم من این قال[37] اھ	بھی ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ قول امام پر افتا جائز بلکہ واجب ہے اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ ان کی دلیل اور ماخذ کیا ہے اھ
اذا عرفت ھذا وضح لك كلام البحر وطاح كل ما ردبه علیه وان شئت التفصیل المزید، فالق السمع وانت شھید	ان مقدمات وتفصیلات سے آگاہی کے بعد آغاز رسالہ میں نقل شدہ کلام بحر کا مطلب روشن وواضح ہوگیا اور جو کچھ اس کی تردید میں لکھا گیا بیکار و بے ثبات ٹھہرا مزید تفصیل کا اشتیاق ہے تو بگوش ہوش سماعت ہو۔
قول ش رحمہ اللہ تعالٰی لا یخفی علیك مافی ھذا الكلام من عدم الانتظام[38]	علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی کے اس کلام کی بے نظمی ناظرین پر مخفی نہیں۔
اقول: بل ھو متسق النظام اُخذ بعضه بحجز بعض كما سترى،	**اقول:** نہیں بلکہ پورا کلام مربوط و مبسوط، ایک دوسرے کی گرہ تھامے ہوئے ہے جیسا کہ ابھی عیاں ہوگا
قول العلامۃ الخیر قوله مضاد لقول الامام[39]	قول علامہ خیر رملی، اس کلام اور کلام امام میں تضاد ہے۔
اقول: تعرف ف بالرابعة ان قول الامام فی الفتوی الحقیقة فیختص باھل النظر لامحمل له غیره والا كان تحریما للفتوی العرفیة مع	**اقول:** مقدمہ چہارم سے معلوم ہوا کہ قول امام فتوے حقیقی کے متعلق ہے، تو وہ قول صرف اہل نظر کے حق میں ہے، اس کے سوا ان کے کلام کا اور کوئی معنی و محمل نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ امام نے فتوے عرفی کو حرام کہا، حالاں کہ وہ

ف: تطفل علی العلامۃ الخیر الرملی وعلی ش۔

37البحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶ / ۲۶۹
38البحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶ / ۲۹
39شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ / ۲۹

حلھا بالا جماع وفی قضاء منحۃ الخالق عن الفتاوی الظھیریۃ روی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا مالم یعلم من این قلنا وان لم یکن من اھل الاجتھاد لایحل لہ ان یفتی الا بطریق الحکایۃ[40] اھ

وقول البحر فی الفتوی العرفیۃ لامحمل لہ سواہ لقولہ اما فی زماننا فیکتفی بالحفظ وقولہ وان لم نعلم وقولہ یجب علینا الافتاء بقول الامام وقولہ اما نحن فلنا الافتاء فاین التضاد ولم یردا موردا واحدا۔

قولہ ھو صریح فی عدم جوازالافتاء لغیر اھل الاجتھاد فکیف یستدل بہ علی وجوبہ[41]

اقول: نعم صریح ف فی

بالاجماع جائز وحلال ہے، منحۃ الخالق کتاب القضاء میں فتاوی ظہیریہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کسی کے لئے ہمارے قول پر فتوی دینا روا نہیں جب تک یہ نہ جان لے کہ ہم نے کہاں سے کہا، اور اگر اہل اجتہاد نہ ہو اس کے لئے فتوی دینا جائز نہیں مگر نقل وحکایت کے طور پر فتوی دے سکتا ہے۔

اور بحر کا کلام فتوائے عرفی سے متعلق ہے، اس کے سوا اس کا کوئی اور معنی و محمل نہیں، دلیل میں ان کے یہ الفاظ دیکھیں (ا) لیکن ہمارے زمانے میں بس یہی کافی ہے کہ ہمیں امام کے اقوال حفظ ہوں (ب) اگر چہ ہمیں دلیل معلوم نہ ہو (ج) قول امام پر فتوی دینا ہم پر واجب ہے (د) اما نحن فلنا الافتاء، مگر ہم فتوے دے سکتے ہیں الخ، اب بتائے جب دونوں کلام کا مورد و محل ایک نہیں ہے تو تضاد کہاں سے ہوا؟ خیر رملی، قول امام سے صراحۃ واضح ہے کہ اہلیت اجتہاد کے بغیر فتوی دینا ناجائز ہے، پھر اس سے وجوب افتاء پر استدلال کیسے؟

اقول: ہاں اس سے فتوے حقیقی کا

ف: تطفل علی الخیر وعلی ش

[40] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶ /۲۶۹

[41] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ / ۲۹

عدم جواز الحقیقی ونشوء الحرمۃ والجواز معاً عن شیئ واحد فرغنا عنه فی الثالثه۔	عدم جواز صراحۃً واضح ہے (اور بحر میں فتوائے عرف کا وجوب مذکور ہے) اب رہا یہ کہ ایک ہی چیز سے دوسری چیز کی حرمت وحلت دونوں کیسے پیدا ہوسکتی ہیں؟ اس کی تحقیق ہم مقدمہ سوم میں کرآئے ہیں۔
قوله فنقول ما یصدر من غیر الاھل لیس بافتاء حقیقۃ[42]	خیر رملی: ہم یہ کہتے ہیں کہ غیر اہل اجتہاد سے جو حکم صادر ہوتا ہے وہ حقیقۃً افتا نہیں۔
اقول: فـ۱ فیه کان الجواب عن التضاد لو التفتم الیه	**اقول:** آپ کی اسی عبارت میں اعتراض کا جواب بھی تھا، اگر آپ نے التفات فرمایا ہوتا،
قوله وانما ھو حکایۃ عن المجتهد[43]	خیر رملی، وہ تو امام مجتہد سے صرف نقل وحکایت ہے۔
اقول: فـ۲ لاوانظر الاولی	**اقول:** ایسا نہیں ملاحظہ ہو مقدمہ اول
قوله تجوز حکایۃ قول غیر الامام[44]	خیر رملی: غیر امام کے قول کی نقل وحکایت بھی جائز ہے۔
اقول: فـ۳ لاحجر فی الحکایۃ ولو قولا خارجا عن المذھب انما الکلام فی التقلید والمجتهد	**اقول:** نقل وحکایت سے کوئی رکاوٹ نہیں اگرچہ مذہب سے باہر کسی کا قول ہو، یہاں گفتگو تقلید سے متعلق ہے، اور مجتہد مطلق

فـ۱: تطفل علی الخیر وعلی ش

فـ۲: تطفل علی الخیر وعلی ش

فـ۳: تطفل علی الخیر وعلی ش

[42] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ / ۲۹

[43] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ / ۲۹

[44] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ / ۲۹

المطلق احق بہ ممن دونہ فلم لا تجیزون الافتاء باقوال الائمۃ الثلثۃ بل ومن سوی الاربعۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم فان اجزتم ففیم التمذھب وتلك المشاجرات بل سقط المبحث رأساوانھدام النزاع بنفس النزاع کما سیأتی بیانہ ان شاء اللہ تعالٰی۔ **قولہ** فکیف یجب علینا الافتاء بقول الامام۔ **اقول:** لانا[ف۱] قلدناہ لامن سواہ وقد اعترف[ف۲] بہ السید الناقل فی عدۃ مواضع منھا صدر ردالمحتار قبیل رسم المفتی [45] اناالتزمنا تقلید	اپنے سے فروتر حضرات سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی تقلید کی جائے، پھر آپ ائمہ ثلاثہ (مالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ تعالٰی) بلکہ ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے علاوہ دیگر ائمہ کے اقوال پر فتوٰی دینے کو جائز کیوں نہیں کہتے؟ اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو مذہب امام کی پابندی کس بات میں؟ اور یہ سارے اختلافات کیسے؟ بلکہ صرف اس نزاع ہی سے سارا نزاع ختم اور وہ پوری بحث ہی سرے سے ساقط ہوگئی، جیسا کہ اس کی وضاحت ان شاء اللہ تعالٰی آگے آئے گی۔ خیر رملی تو قول امام پر فتوٰی دینا ہم پر واجب کیسے؟ **اقول:** اس لئے کہ تقلید ہم نے انہی کی کی ہے دوسرے کی نہیں، اور سید ناقل (علامہ شامی) نے تو متعدد مقامات پر خود اس کا اعتراف کیا ہے، ان میں دو مقام یہ ہیں، (۱) رسم المفتی سے ذرا پہلے شروع ردالمحتار میں لکھتے ہیں، ہم

فـــ۱: تطفل علی الخیر وعلی ش

فـــ۲: علامہ شامی فرماتے ہیں ہم نے صرف تقلید امام اعظم اپنے اوپر لازم کی ہے، نہ کسی اور کی ولہٰذا ہمارا مذہب حنفی کہا جاتا ہے نہ یوسفی وغیرہ امام ابویوسف کی نسبت وغیرہ سے۔

[45] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ / ۲۹

مذھبه دون مذھب غیرہ ولذا نقول ان مذھبنا حنفی لایوسفی ونحوہ[46] اھ ای الشیبا نی نسبة الی ابی یوسف او محمد رضی اللہ تعالٰی عنھم وقال فی شرح العقود الحنفی انما قلد ابا حنیفة ولذا نسب الیه دون غیرہ[47] اھ **قوله** وانما نحکی فتواھم لاغیر[48]۔ **اقول:** سبحٰن اللہ ف۱ بل انما نقلد امامنا لاغیر ثم ف۲ لیس افتاؤنا عندکم الاحکایة قول غیرنا فمن ذالذی حرم علینا حکایة قول امامنا و اوجب حکایة قول غیرہ من اھل مذھبنا	نے انہی کے مذہب کی تقلید کا التزام کیا ہے دوسرے کے مذہب کا نہیں۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب حنفی ہے، یوسفی وغیرہ نہیں، یعنی شیبانی بھی نہیں، یہ امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کی طرف نسبت ہے، (۲) شرح عقود میں لکھتے ہیں، حنفی نے بس امام ابو حنیفہ کی تقلید کی ہے، اسی لئے وہ انہی کی طرف منسوب ہوتا ہے کسی اور کی طرف نہیں، خیر رملی حالاں کہ ہم تو صرف فتوائے مشائخ کے ناقل ہیں کچھ اور نہیں۔ **اقول:** سبحان اللہ ! بلکہ ہم صرف امام اعظم کے مقلد ہیں کچھ اور نہیں، پھر آپ کے نزدیک ہمارے افتاء کی حقیقت کیا ہے؟ صرف دوسروں کے اقوال کی نقل و حکایت ! تو وہ کون ہے جس نے ہم پر اپنے امام کے قول کی حکایت حرام کردی اور اہل مذہب میں سے دیگر حضرات کے قول کی حکایت واجب کردی؟

ف۱: تطفل علی الخیر وعلی ش

ف۲: تطفل علی الخیر وعلی ش

[46] ردالمحتار مطلب صح عن الامام اذا صح الحدیث الی اٰخر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱ / ۴۶

[47] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ / ۲۴

[48] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ / ۲۴

فانکانوا مرجحین بالکسر فلیسوا مرجحین علی الامام بالفتح قول ش المشائخ اطلعوا علی دلیل الامام وعرفوا من این قال۔[49] **اقول :** ف۱ من این عرفتم ھذا وبای دلیل اطلعتم علیه انما المنقول ف۲ عن الامام المسائل دون الدلائل واجتھد الاصحاب فاستخرجوا لھا دلائل کل حسب مبلغ علمه ومنتھی فھمه ولم یدرکو اشاوہ ولا معشارہ ولر بما لم یلحقوا غبارہ فان قلتم فقولوا اطلعوا علی دلیل قول الامام ولا تقولوا علی دلیل الامام و رحم الله سیدی ط اذقال فی قضاء حواشی الدر قد یظھر قوۃ قوله (ای لاھل النظر	اگر وہ ترجیح دینے والے حضرات ہیں تو وہ امام پر ترجیح یافتہ نہیں ہو سکتے۔ علامہ شامی، مشائخ کو "دلیل امام" سے آگاہی ہوئی اور انہیں یہ معرفت حاصل ہوئی کہ قول امام کا ماخذ کیا ہے ! **اقول :** یہ آپ کو کہاں سے معلوم ہوا؟ اور کس دلیل سے آپ کو اس کی دریافت ہوئی؟ امام سے تو صرف مسائل منقول ہیں دلائل منقول نہیں اصحاب نے اجتہاد کرکے ان مسائل کی دلیلوں کا استخراج کیا، یہ بھی ہر ایک نے اپنے مبلغ علم اور منتہائے فہم کے اعتبار سے کیا اور کوئی بھی امام کی منزل کو نہ پاسکا بلکہ ان کے دسویں حصے کو بھی نہ پہنچا، اور زیادہ تر تو یہ ہے کہ یہ حضرات ان کی گرد پا کو بھی نہ پاسکے۔ اگر کہنا ہے تو یوں کہئے کہ ہاں مشائخ کو "قول امام کی دلیل" سے آگاہی ملی یہ نہ کہئے کہ "امام کی دلیل" سے آگاہ ہوئے سیدی طحطاوی پر خدا کی رحمت ہو وہ حواشی در مختار کتاب القضاء میں رقم طراز ہیں قول امام کے خلاف کسی قول

ف۱ : معروضة علی العلامة ش۔

ف۲ : فائدہ : امام سے مسائل منقول ہیں دلائل مشائخ نے استنباط کیے ہیں ان کا ضعف اگر ثابت بھی ہو تو قول امام کا ضعف لازم آنا درکنار دلیل امام کا بھی ضعف ثابت نہیں ہوتا، ممکن کہ امام نے اور دلیل سے فرمایا ہو۔

[49] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱ / ۲۹

فی قول خلاف قول الامام) بحسب ادراکہ ویکون الواقع بخلافہ اوبحسب دلیل ویکون لصاحب المذھب دلیل اُخر لم یطلع علیہ [50]اھ	میں اہل نظر کو کبھی قوت نظر آتی ہے، یہ اس صاحب نظر کے علم وادراک کے لحاظ سے ہوتا ہے اور واقع میں اس کے بر خلاف ہوتا ہے، یا کسی ایک دلیل کے لحاظ سے اسے ایسا معلوم ہوتا ہے جبکہ صاحب مذہب کے پاس کوئی اور دلیل ہوتی ہے جس سے یہ آگاہ نہیں۔اھ
قولہ ولا یظن بھم انھم عدلوا عن قولہ لجھلھم بدلیلہ [51]	علامہ شامی: حضرات مشائخ کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے قول امام سے انحراف اس لئے اختیار کیا کہ انہیں ان کی دلیل کا علم نہ تھا۔
اقول: اولا ف۱ افیظن بہ انہ لم یدرك ما ادرکوا فاعتمد شیئا اسقطوہ لضعفہ فیا للانصاف ای الظنین ابعد۔ **ثانیا:** لیس فیہ ف۲ ازراء بھم ان لم یبلغوا مبلغ امامھم	**اقول اولا:** تو کیا حضرت امام کے متعلق یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ انہیں وہ دلیل نہ مل سکی جو مشائخ کو مل گئی، اس لئے انہوں نے ایک ایسی چیز پر اعتماد کرلیا جسے مشائخ نے ضعیف ہونے کی وجہ سے ساقط کردیا؟ خدارا انصاف! دونوں میں سے کون سا گمان زیادہ بعید ہے؟ یہ مشائخ اگر اپنے امام کے مبلغ علم کو نہ پاسکے تو اس میں ان کی کوئی بے عزتی نہیں

ف۱: معروضۃ علیہ

ف۲: معروضۃ علیہ

50 حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب القضاء، المکتبۃ العربیہ بیروت ۳/۱۷۶

51 شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۹

وقد ثبت ف ذلك عن اعظم المجتهدين فى المذهب الامام الثانى فضلا عن غيره فى [1] الخيرات الحسان للامام ابن حجرا لمكى الشافعى روى الخطيب عن ابى يوسف مارأيت احدا اعلم بتفسيرا لحديث ومواضع النكت التى فيه من الفقه من ابى حنيفة وقال [2] ايضا ماخالفته فى شيئ قط فتدبرته الارأيت مذهبه الذى ذهب اليه انجى فى الأخرة وكنت ربما ملت الى الحديث فكان هو ابصر بالحديث الصحيح منى [3] وقال كان اذا صمم على قول درت على مشائخ الكوفة هل اجد فى تقوية قوله حديثا او اثرا ؟ فربما وجدت الحديثين والثلثة فاتيته بها فمنها ما يقول فيه هذا غير صحيح او غير معروف فاقول

اس پایہ بلند تک نارسائی تو مجتہدین فی المذہب میں سب سے عظیم شخصیت امام ثانی قاضی ابو یوسف سے ثابت ہے، کسی اور کا کیا ذکر وشمار ؟ امام ابن حجر مکی شافعی کی کتاب "الخیرات الحسان" میں ہے۔

(۱) خطیب امام ابو یوسف سے روای ہیں کہ مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جو ابو حنیفہ سے زیادہ حدیث کی تفسیر، اور اس میں پائے جانے والے فقہی نکات کی جگہوں کا علم رکھتا ہو۔

(۲) یہ بھی فرمایا کسی بھی مسئلے میں جب میں نے ان کی مخالفت کی پھر اس میں غور کیا تو مجھے یہی نظر آیا کہ امام نے جو مذہب اختیار کیا وہی آخرت میں زیادہ نجات بخش ہے، بعض اوقات میرا میلان حدیث کی طرف ہوتا تو بعد میں یہی نظر آتا کہ امام کو حدیث کی بصیرت مجھ سے زیادہ ہے۔

(۳) یہ بھی فرمایا جب امام کسی قول پر پختہ حکم کر دیتے تو میں مشائخ کوفہ کے پاس دورہ کرتا کہ دیکھوں ان کے قول کی تائید میں کوئی حدیث یا کوئی اثر ملتا ہے یا نہیں ؟ بعض مرتبہ دو تین حدیثیں مل جاتیں، میں لے کر امام کے پاس آتا تو ان میں سے کسی حدیث کے بارے میں وہ فرماتے کہ یہ صحیح نہیں یا غیر معروف ہے، میں عرض

ف : **فائدہ جلیلہ :** اجلہ اکابر ائمہ دین معاصران امام اعظم وغیر ہم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنھم کی تصریحات کہ امام ابو حنیفہ کے علم وعقل کو اوروں کا علم وعقل نہیں پہنچتا، جس نے ان کا خلاف کیا ان کے مدارک تک نارسائی سے کیا۔

له وما علمك بذلك مع انه يوافق قولک؟ فيقول انا عالم بعلم اهل الكوفة،وكان عند الاعمش ف فسئل عن مسائل فقال لابى حنيفة ماتقول فيها؟ فاجابه قال من اين لك هذا؟ قال من احاديثك التى رديتها عنك وسرد له عدة احاديث بطرقها فقال الاعمش حسبك ماحدثتك به فى مائة يوم تحدثنى به فى ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهذه الاحاديث يا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصيادلة وانت ايها الرجل اخذت بكلا الطرفين[52] اھ **اقول:** وانما قال ما علمت الخ لانه لم يرفى تلك الاحاديث موضعا لتلك الاحكام التى استنبطها منها الامام فقال ما علمت	کرتا یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا، یہ تو آپ کے قول کے موافق بھی ہے؟ وہ فرماتے میں اہل کوفہ کے علم سے اچھی طرح با خبر ہوں۔(۴) امام اعمش کے پاس حاضر تھے، حضرت اعمش سے کچھ مسائل دریافت کئے گئے، انہوں نے امام ابو حنیفہ سے فرمایا، تم ان مسائل میں کیا کہتے ہو؟ امام نے جواب دیا، حضرت اعمش نے فرمایا، یہ جواب کہاں سے اخذ کیا؟ عرض کیا آپ کی انہی احادیث سے جو آپ سے میں نے روایت کیں، اور متعدد حدیثیں مع سندوں کے پیش کردیں، اس پر حضرت اعمش نے فرمایا کافی ہے، میں نے سو دنوں میں تم سے جو حدیثیں بیان کیں وہ تم ایک ساعت میں مجھے سنائے دے رہے ہو، مجھے علم نہ تھا کہ ان احادیث پر تمہارا عمل بھی ہے، اے فقہا! تم طبیب ہو اور ہم عطار ہیں، اور اے مرد کمال! تم نے تو دونوں کنارے لئے۔ **اقول** "مجھے معلوم نہ تھا کہ ان احادیث پر تمہارا عمل بھی ہے" امام اعمش نے یہ اس لئے فرمایا کہ احادیث میں انہیں امام کے استنباط کردہ احکام کی کوئی جگہ نظر نہ آئی تو فرمایا کہ مجھے علم نہ تھا

ف: استاد المحدثین امام اعمش شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ واستاذ امام اعظم نے امام سے کہا: اے گروہ فقہا تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار، اور اے ابو حنیفہ تم نے دونوں کنارے لئے۔

52 الخیرات الحسان الفصل الثلاثون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۳ اور ۱۴۴

انك تاخذ هذه من هذه ۵وقد قال الامام الاجل ف۱سفيٰن الثورى لامامنا رضى الله تعالى عنهما انه ليكشف لك من العلم عن شيئ كنا عنه غافلون [53] ۶وقال ايضا ان الذى يخالف ابا حنيفة يحتاج الى ان يكون اعلى منه قدرا واوفر علما وبعيد مايوجد ذلك [54] ۷وقال له ابن شبرمة عجزت النساء ان يلدن مثلك ماعليك فى العلم كلفة [55] ۸وقال ابو سليمٰن كان ابو حنيفة رضى الله تعالى عنه عجبا من العجب وانما يرغب عن كلامه من لم يقو عليه [56] ۹وعن على بن ف۲عاصم	کہ یہ احکام تم ان احادیث سے اخذ کرتے ہو۔(۵) امام اجل حضرت سفیان ثوری نے ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا آپ پر تو وہ علم منکشف ہوتا ہے جس سے ہم سبھی غافل ہوتے ہیں۔(۶) یہ بھی فرمایا جو ابو حنیفہ کی مخالفت کرے اسے اس کی ضرورت ہوگی کہ مرتبہ میں ابو حنیفہ سے بلند اور علم میں ان سے زیادہ ہو، اور ایسا ہونا بہت بعید ہے، (۷) ابن شبرمہ نے امام سے کہا، عورتیں آپ کا مثل پیدا کرنے سے عاجز ہیں، آپ کو علم میں ذرا بھی تکلف نہیں (۸) ابو سلیمان نے فرمایا: ابو حنیفہ ایک حیرت انگیز شخصیت تھے، ان کے کلام سے وہی اعراض کرتا ہے جسے اس کی قدرت نہیں ہوتی۔ اور علی (۹) بن عاصم نے

ف۱: امام اجل سفیٰن ثوری نے ہمارے امام سے کہا آپ کو وہ علم کھلتا ہے جس سے ہم سب غافل ہوتے ہیں اور فرمایا ابو حنیفہ ک خلاف کرنے والا اس کا محتاج ہے کہ ان سے مرتبہ میں بڑا اور علم میں زیادہ ہو اور ایسا ہونا دور ہے۔

ف۲: امام شافعی نے فرمایا تمام جہاں میں کسی کی عقل ابو حنیفہ کے مثل نہیں۔ امام علی بن عاصم نے کہا" اگر ابو حنیفہ کی عقل تمام روئے زمین کے نصف آدمیوں کی عقلوں سے تولی جائے ابو حنیفہ کی عقل غالب آئے۔ امام بکر بن حبیش نے کہا: اگر ان کے تمام اھل زمانہ کی مجموع عقلوں کے ساتھ وزن کریں تو ایک ابو حنیفہ کی عقل ان تمام ائمہ واکابر و مجتہدین و محدثین و عارفین سب کی عقل پر غالب آئے۔

53 الخیرات الحسان الفصل الثانی ایچ ایم سعید کمپنی ص ۱۱۴
54 الخیرات الحسان الفصل الثالث مطبع استنبول ترکیہ ص ۱۶۰
55 الخیرات الحسان الفصل الثانی ایچ ایم سعید کمپنی ص ۱۰۹
56 الخیرات الحسان الفصل الثالث ایچ ایم سعید کمپنی ص ۸۲

قال لووزن عقل ابی حنیفة بعقل نصف اهل الارض لرجح بهم[57]، [١٠]"وقال الشافعی رضی الله تعالٰی عنه ماقامت النساء عن رجل اعقل من ابی حنیفة[58]" [١١]"وقال بکر بن حبیش لوجمع عقله وعقل اهل زمنه لرجح عقله علی عقولهم[59]" الکل من الخیرات الحسان۔ [١٢]"وعن محمد بن رافع عن یحیی بن ادم قال ماکان شریك و داؤد الا اصغر غلمان ابی حنیفة ولیتهم کانوا یفقهون مایقول[60]" [١٣]"وعن سهل بن مزاحم وکان من ائمة مرو انما خالفه من خالفه لانه لم یفهم[61]" قوله هذان عن مناقب الامام الکردری، [١٤]"وفی میزان الشریعة الکبری لسیدی العارف	فرمایا: اگر نصف اہل زمین کی عقلوں کے مقابلے میں امام ابو حنیفہ کی عقل تولی جائے تو یہ ان سب پر بھاری پڑ جائے۔ (۱۰) امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا، ابو حنیفہ سے زیادہ صاحب عقل عورتوں کی گود میں نہ آیا یعنی جہاں میں کسی کی عقل ان کے مثل نہیں بکر (۱۱) بن حبیش نے کہا: اگر ابو حنیفہ کی عقل اور ان کے زمانے والوں کی عقل جمع کی جائے تو ان سب کی عقلوں کے مجموعہ پر ان کی عقل غالب آجائے یہ سبھی اقوال الخیرات الحسان سے نقل ہوئے۔ (۱۲) محمد بن رافع راوی ہیں کہ یحیٰی بن آدم فرماتے ہیں، شریک اور دواؤد حضرت ابو حنیفہ کی بارگاہ کے سب سے کمسن طفل مکتب ہی تو تھے، کاش لوگ ان کے اقوال کو سمجھ پاتے، (۱۳) مرو کے امام بزرگ سہل بن مزاحم فرماتے ہیں جس نے بھی ان کی مخالفت کی، اس کا سبب یہی ہے کہ ان کے اقوال کو سمجھ نہ سکا، یہ دونوں قول مناقب امام کردری سے منقول ہیں، سیدی (۱۴) عارف باللہ امام شعرانی کی میزان الشریعۃ الکبری

57 الخیرات الحسان الفصل العشرون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۲

58 الخیرات الحسان، الفصل العشرون، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۱۰۳

59 الخیرات الحسان، الفصل العشرون، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۱۰۳

60 مناقب الامام اعظم للکردری مقولہ الامام جعفر الصادق الخ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱/ ۹۸

61 مناقب الامام اعظم للکردری مقولہ الامام جعفر الصادق الخ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱/ ۱۰۸

الامام الشعرانی سمعت سیدی ف۱ علیا الخواص رضی اللہ تعالٰی عنه یقول مدارك الامام ابی حنیفة دقیقة لایکاد یطلع علیھا الا اھل الکشف من اکابر الاولیاء اھ [62]	میں ہے، میں نے سیدی علی خواص کو فرماتے سنا کہ امام ابو حنیفہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیا میں سے اہل کشف کے سوا کسی کو ان کی اطلاع نہیں ہو پاتی، اھ۔
قوله شحنوا کتبھم بنصب الادلة[63]	علامہ شامی: حضرات مشائخ نے دلائل قائم کرکے اپنی کتابیں بھر دی ہیں۔
اقول: درایة ف۲ لاروایة واین الدرایة من الدرایة۔	**اقول:** ساری دلیلیں درایۃً قائم کی ہیں، روایۃً نہیں، اب ان کی درایت کو امام کی درایت سے کیا نسبت؟
قوله ثم یقولون الفتوی علی قول ابی یوسف مثلا [64]	علامہ شامی: اس کے بعد بھی یہ لکھتے ہیں کہ فتوٰی مثلاً امام ابو یوسف کے قول پر ہے
اقول: لانھم ف۳ لم یظھر لھم ما ظھر للامام وھم اھل النظر فلم یسعھم الا اتباع ماعن لھم وذلك قول الامام لایحل لاحد ان یفتی الخ	**اقول:** یہ اس لئے کہ ان پر وہ دلیل ظاہر نہ ہوئی جو امام پر ظاہر تھی، اور یہ حضرات اہل نظر ہیں اس لئے انہیں اسی دلیل کی پیروی کرنی تھی جو ان پر ظاہر ہوئی، کیونکہ خود امام کاارشاد ہے

ف۱: امام شعرانی شافعی اپنے پیر و مرشد حضرت سیدی علی خواص شافعی سے راوی کہ امام ابو حنیفہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیاء کے کشف کے سوا کسی کے علم کی وہاں تک رسائی معلوم نہیں ہوتی۔

ف۲: معروضة علی العلامة ش

ف۳: معروضة علیه

[62] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فیما نقل عن الامام احمد من ذمۃ الرای الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱/ ۷۶

[63] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۹

[64] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۹

ولو ظهر لهم ما ظهر له لاتوا اليه مذعنين	کہ ہمارے ماخذ کی دریافت کے بغیر کسی کو ہمارے قول پر افتاء روانہیں۔ اگران مشائخ پر بھی وہ دلیل ظاہر ہوتی جو امام پر ظاہر ہوئی تو بلا شبہ یہ تابعدار ہو کر حاضر ہوتے۔
قوله فعلينا حكاية ما يقولونه [65]	علامہ شامی: تو ہمارے ذمے یہی ہے کہ حضرات مشائخ کے اقوال نقل کردیں۔
اقول: [ف۱] هذا على من ترك تقليده الى تقليدهم اما من قلده فعليه حكاية ما قاله والاخذ به۔	**اقول:** یہ اس کے ذمے ہوگا جس نے امام کی تقلید چھوڑ کر مشائخ کی تقلید اختیار کرلی ہو، مقلد امام کے ذمے تو وہی نقل کرنا اور اسی کو لینا ہے جو امام نے فرمایا۔
قوله لانهم هم اتباع المذهب [66]	علامہ شامی: اس لئے کہ یہی حضرات مذہب کے متبع ہیں۔
اقول: فالمتبوع [ف۲] احق بالاتباع من الاتباع	**اقول:** ایسا ہے تو متبوع، تابع سے زیادہ مستحق اتباع ہے۔
قوله نصبوا انفسهم لتقريره [67]	علامہ شامی: ان حضرات نے مذہب کے اثبات و تقریر کی ذمہ داری اٹھار کھی ہے۔
اقول على الرأس [ف۳] والعين وانما الكلام في تغييره۔	**اقول:** بہ سروچشم! یہاں توکلام تغییر مذہب سے متعلق ہے۔

ف۱: معروضة عليه

ف۲: معروضة عليه

ف۳: معروضة عليه

65 شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۹

66 شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۹

67 شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۹

قوله عن العلامة قاسم كما لو افتوا فى حياتهم [68]	علامہ شامی: بقول علامہ قاسم جیسے ان حضرات کی اپنی حیات میں فتوی دینے کی صورت میں ہوتا۔
اقول : اولا رحمك الله ف۱ ارأيت انكان الامام حيا فى الدنيا وهؤلاء احياء وافتى وافتوا ايا كنت تقلد	**اقول : اولا** خدا آپ پر رحم فرمائے ، بتائے اگر امام دنیا میں باحیات ہوتے اور یہ حضرات بھی باحیات ہوتے ، پھر امام بھی فتوی دیتے اور یہ بھی فتوی دیتے تو آپ کس کی تقلید کرتے ؟
وثانيا ف۲ انما كلام العلامة فيما فيه الرجوع الى فتوى المشائخ حيث لارواية عن الامام اواختلف الرواية عنه او وجد شيئ من الحوامل الست المذكورة فى الخامسة فانه عين تقليد الامام۔	**ثانیا:** علامہ قاسم کا کلام صرف ان مسائل سے متعلق ہے جن میں فتوے مشائخ کی جانب ہی رجوع کرنا ہے اس لئے کہ ان مسائل میں امام سے کوئی روایت ہی نہیں ، یا امام سے روایت مختلف آئی ہے ، یا ان چھ اسباب میں سے کوئی سبب موجود ہے جن کا ذکر مقدمہ پنجم میں گزرا کہ یہ تو خود امام ہی کی تقلید ہے۔
وانا آت ف۳ عليه ببينة عادلة منكم ومن نفس العلامة قاسم فهو اعلم بمراده قلتم فى شرح ف۴ عقودكم قال العلامة المحقق الشيخ قاسم فى تصحيحه ان المجتهدين لم يفقدوا حتى	میں اس پر آپ ہی کی اور خود علامہ قاسم کی شہادت عادلہ پیش کرتا ہوں انہیں اپنی مراد کا زیادہ علم ہے شرح عقود میں آپ رقم طراز ہیں کہ علامہ محقق شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں لکھا ہے مجتہدین ہمیشہ ہوتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے

ف۱: معروضة عليه

ف۲: معروضة عليه

ف۳: معروضة عليه

ف۴: معنى كلام العلامة قاسم علينا اتباع ما رجحوه

[68] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۹

نظر وافی المختلف و رجحو او صححوا فشهدت مصنفاتهم بترجيح قول ابی حنيفة والاخذ بقوله الافی مسائل يسيرة اختاروا الفتوی فيها علی قولهما او قول احدهما وانكان الأخر مع الامام كما اختاروا قول احدهما فيما لانص فيه للامام للمعانی التی اشار اليها القاضی بل اختاروا قول زفر فی مقابلة قول الكل لنحو ذلك وترجيحاتهم وتصحيحاتهم باقية فعلينا اتباع الراجح والعمل به كما لو افتوا فی حياتهم [69] اه	مقام اختلاف میں نظر کرکے ترجیح و تصحیح کاکام سرانجام دیا، ان کی تصنیفات شاہد ہیں کہ ترجیح امام ابو حنیفہ ہی کے قول کو حاصل ہے اور ان ہی کا قول ہر جگہ لیا گیا ہے؛ مگر صرف چند مسائل ہیں جن میں ان حضرات نے صاحبین کے قول پر، یا صاحبین میں سے کسی ایک کے قول پر، اگرچہ دوسرے صاحب امام کے ساتھ ہوں فتوٰی اختیار کیا ہے جیسے انہوں نے صاحبین میں سے کسی ایک کا قول اس مسئلے میں اختیار کیا ہے جس میں امام سے کوئی صراحت وارد نہیں، اس اختیار کے اسباب وہی ہیں جن کی جانب قاضی نے اشارہ کیا، بلکہ کسی ایسی ہی وجہ کے تحت انہوں نے سب کے قول کے مقابلہ میں امام زفر کا قول اختیار کیا ہے، ان حضرات کی ترجیحیں اور تصحیحیں آج بھی باقی ہیں تو ہمارے ذمے یہی ہے کہ راجح کی پیروی کریں اور اسی پر کاربند ہوں جیسے ان حضرات کے اپنی حیات میں ہمیں فتوے دینے کی صورت میں ہوتا، اھ۔
وكلام الامام القاضی سيأتی عند سرد النقول بتوفيق الله تعالٰی صرح فيه ان العمل بقوله رضی الله تعالٰی عنه وان خالفاه الالتعامل بخلافه او تغير الحكم بتغير الزمان	امام قاضی کا کلام جلد ہی بیان نقول کے سلسلے میں بتوفیقہ تعالٰی آرہا ہے، اس میں یہ تصریح ہے کہ عمل قول امام رضی اللہ تعالٰی عنہ پر ہوگا اگرچہ صاحبین ان کے خلاف ہوں مگر اس صورت میں جب کہ تعامل اس کے برخلاف ہو یا تغیر زمان کی وجہ سے حکم بدل گیا ہو

[69] شرح عقود رسم المفتی، رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۷

فتبین وللّٰہ الحمد ان قول العلامۃ قاسم علینا اتباع مارجحوہ انما ھو فیما لانص فیہ للامام ویلحق بہ ما اختلف فیہ الروایۃ عنہ اوفی احدے الحوامل الست فاحفظہ حفظا جیدا ففیہ ارتفاع الحجب عن آخرھا وللّٰہ الحمد حمدا کثیرا طیبامبارکا فیہ ابدا وھذہ عبارۃ العلامۃ قاسم التی اوردھا السید ھھنا ملتقطا من اولھا واُخر ھا لو تأملھا تما مالما کان لیخفی علیہ الامر وکثیرا ما تحدث امثال الامور لاجل الاقتصار وباللّٰہ العصمۃ۔ **وثالثا** علی[ف] فرض الغلط لواراد العلامۃ قاسم ما تریدون لکان محجوجا بقول شیخہ المحقق حیث اطلق الذی نقلتموہ وقبلتموہ من ردہ مرارا وعلی	توبحمدہ تعالٰی یہ روشن ہوگیا کہ علامہ قاسم کاارشاد (ہمارے ذمہ اسی کی پیروی ہے جسے ان حضرات نے راجح قرار دے دیا) صرف اس صورت سے متعلق ہے جس میں امام سے کوئی صراحت وارد نہ ہو، اور اسی سے ملحق وہ صورت بھی ہے جس میں امام سے روایت مختلف آئی ہو یا ان چھ اسباب میں سے کوئی ایک موجود ہو اسے خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہئے اس لئے کہ اس سے سارے پردے بالکل اٹھ جاتے ہیں ،اور خدا ہی کے لئے حمد ہے کثیر، پاکیزہ، بابرکت، دائمی حمد۔ علامہ قاسم کی عبارت جو علامہ شامی نے اس مقام پر اول اقتصار کی وجہ سے پیدا ہوجاتا ہے، وباللّٰہ العصمۃ، اور محفوظ رکھنا خدا ہی سے ہے۔ **ثالثا**: بفرض غلط اگر علامہ قاسم کا مقصود وہی ہوتا جو آپ مراد لے رہے ہیں تو یہ ان کے استاد محقق علی الاطلاق کے اس ارشاد کے مقابلہ میں مرجوع ہوتا جسے آپ نے بھی نقل کیا اور قبول کیا کہ انہوں نے قول صاحبین پر افتاکے

ف۱: معروضۃ علی العلامۃ ش

المشائخ افتاء هم بقولها قائلا انه لايعدل عن قوله الالضعف دليله۔ **قوله** عن العلامة ابن الشلبی الا اذا صرح احد من المشائخ بان الفتوی علی قول غیره[70] **اقول:اولا** ف سائرهم موافقون لهذا المفتی اومخالفون له اوساکتون فلم یرجحوا شیئا حتی فی التعلیل والجدل ولا بوضعه متنا اوالاقتصار اوالتقدیم او غیر ذلك من وجوه الاختیار۔ الثالث لم یقع والثانی ظاهر المنع وکیف یعدل عن قول الامام المرجح من عامة اصحاب الترجیح بفتوی رجل واحد قال فی الدر فی تنجس البئر قالا من وقت العلم فلا یلزمهم	باعث بارہا مشائخ کا رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ : قول امام سے عدول نہ ہوگا سوااس صورت کے کہ اس کی دلیل کمزور ہو۔ قولہ علامہ شامی: علامہ ابن شلبی سے نقل کرتے ہوئے مگر اس صورت میں جب کہ مشائخ میں سے کسی نے یہ صراحت کردی ہو کہ فتوی امام کے سوا کسی اور کے قول پر ہے، **اقول اولا:** (۱) دیگر مشائخ اس مفتی کے موافق ہیں (۲) یا اس کے مخالف ہیں (۳) یا ساکت ہیں کہ انہوں نے کسی قول کو ترجیح نہ دی، یہاں تک کہ کسی قول کی نہ علت پیش کی، نہ اس پر بحث کی، نہ اسے اپنی تصنیف میں متن بنایا، نہ کسی ایک پر اقتصار کیا، نہ وجوہ اختیار وترجیح میں سے کوئی اور صورت اپنائی ،یہ تیسری صورت (سکوت) واقع ہی نہیں اور دوسری صورت میں کلام ابن شلبی پر منع ظاہر ہے (یہ وہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قول امام کے بجائے قول دیگر پر فتوی دیا باقی تمام حضرات قول امام ہی پر فتوے دیتے ہیں اور اس مفتی کے مخالف ہیں) تمام اصحاب ترجیح کی جانب سے ترجیح یافتہ قول امام سے محض ایک شخص کے

ف۱: معروضة علی العلامة ش

[70] شرح عقود رسم المفتی رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۷

شیئ قبلہ قیل وبہ یفتی [71]اھ	فتوے کے باعث انحراف کیوں ہوگا؟ در مختار کے اندر کنواں ناپاک ہونے کے مسئلے میں صاحبین فرماتے ہیں جب سے علم ہوااس وقت سے ناپاک مانا جائے گاتواس سے قبل لوگوں کو کچھ لازم نہ ہوگا کہاگیا: اسی پر فتوی ہے۔اھ
قال ش قائلہ صاحب عـــہ الجوھرۃ وفی فتاوی العتابی قولھما ھو المختار اھ[72]قال ط وانما عبر بقیل لرد العلامۃ قاسم لہ لمخالفتہ لعامۃ الکتب فقد رجح دلیلہ فی کثیر منھا وھو الاحوط نھر [73]اھ	علامہ شامی فرماتے ہیں، اس کے قائل صاحب جوھرہ ہیں، فتاوی عتابی میں ہے قول صاحبین ہی مختار ہے۔اھ طحطاوی فرماتے ہیں: قیل (کہاگیا) سے تعبیر اس لئے فرمائی کہ علامہ قاسم نے اس کی تردید کی ہے کیونکہ یہ عامہ کتب کے خلاف ہے کثیر کتابوں میں دلیل امام کو ترجیح دی گئی ہے وہی احوط بھی ہے، نہر،اھ
بل قال فی الدر لاحد بشبھۃ العقد عندالامام کوطء محرم نکحھا وقالا ان علم الحرمۃ حد وعلیہ الفتوی	بلکہ در مختار میں ہے: امام کے نزدیک شبہ عقد کی وجہ سے حد نہیں جیسے اس محرم سے وطی کی صورت میں جس سے نکاح کرلیاہو، صاحبین فرماتے ہیں اگر حرمت سے آگاہ ہے

عـــہ: **اقول** لم ارہ فیھا لعلہ فی سراجہ الوہاج، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ

اقول: میں نے جوہرہ میں اسے نہ دیکھا، شاید یہ ان کی سراج وہاج میں ہو ۱۲منہ

---

[71] الدر المختار کتاب الطہارۃ فصل فی البئر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۶

[72] الدر المختار کتاب الطہارۃ فصل فی البئر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۶

[73] حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار فصل فی البئر المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/ ۱۴۹

خلاصة لكن المرجح فى جميع الشروح قول الامام فكان الفتوى عليه اولى قاله قاسم فى تصحيحه لكن فى القهستانى عن المضمرات على قولهما الفتوى [74] اھ قال ش استدراك على قوله فى جميع الشروح فان المضمرات من الشروح وفيه ان مافى عامة الشروح مقدم [75] اھ فههنا جعلت الفتاوى على قولهما الفتوى و وافقها بعض الشروح المعتمدة ولم يقبل لان عامة الشروح رجحت دليله بقى الاول وهو مسلم ولا شك ولا يوجد الا فى احدى الصور الست وح يكون عدولا الى قوله لاعنه كما علمت **وثانیا** بوجه ف‌ اٰخر ارأیت ان قال	تو حد ہوگی، اسی پر فتوی ہے، خلاصہ لیکن تمام شروح میں ترجیح یافتہ قول امام ہی ہے تواس پر فتوی اولی ہے، یہ علامہ قاسم نے اپنی تصحیح میں لکھا لیکن قہستانی میں مضمرات سے نقل ہے کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے۔اھ علامہ شامی فرماتے ہیں انکے لفظ "تمام شروح" پر یہ استدارک ہے اس لئے کہ مضمرات بھی شروح میں سے ہے، اس پر کلام یہ ہے کہ جو عامہ شروح میں ہے مقدم وہی ہوگا۔ یہاں کتب فتاوی نے فتوی قول صاحبین پر رکھا، بعض معتمد شروح نے بھی ان کی موافقت کی مگر اسے قبول نہ کیا گیا اس لئے کہ عامہ شروح نے دلیل امام کو ترجیح دی۔ رہ گئی پہلی صورت (کہ دیگر مشائخ بھی اس مفتی کے ہم نوا ہیں جس نے بتایا کہ فتوی امام کے علاوہ کسی اور کے قول پر ہے) یہ بلا شبہ مسلم ہے، اور اس کا وجود ان ہی چھ صورتوں میں سے کسی ایک میں ہوگا، اس صورت میں خود قول امام کی جانب رجوع ہوتا ہے، اس سے انحراف نہیں ہوتا جیسا کہ معلوم ہوا۔ **ثانیا:** بطرز دیگر، بتائے کہ اگر امام نے کوئی

ف ۱: معروضة علیه

[74] کتاب الحدود باب الوطء الذی یوجب الحد الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱ / ۳۱۹

[75] ردالمحتار کتاب الحدود باب الوطء الذی یوجب الحد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳ / ۱۵۴

الامام قولا وخالفه احد صاحبيه ولا رواية عن الأخر فأفتى احد من المشائخ بقول الصاحب فان وافقه الباقون فقد مر اوخالفوه فظاهر وكذا ان خالف بعضهم ووافق بعضهم لما مر فى السابعة	بات کہی اور صاحبین میں سے ایک نے ان کی مخالفت کی، دوسرے سے کوئی روایت نہ آئی اب مشائخ میں سے کسی نے اس ایک صاحب کے قول پر فتوی دیا، تو اگر باقی مشائخ نے بھی موافقت فرمائی تو اس کا بیان گزرا یا دیگر حضرات نے مخالفت فرمائی تو اس کا حال ظاہر ہے۔ یوں ہی اگر بعض نے مخالفت کی اور بعض نے موافقت کی، وجہ مقدمہ سابعہ میں بیان ہوئی،
اما ان لم يرد عن الباقيين شيئ وهى الصورة التى انكرنا وقوعها فهل يجب ح اتباع تلك الفتوى ام لا على الثانى اين قولكم علينا اتباع ما صححوه كمالو افتوا فى حياتهم فان فتوى الحياة واجبة العمل على المستفتى وانكان المفتى واحدا لم يخالفه غيره وليس له التوقف عن قبولها حتى يجتمعوا اويكثروا	لیکن اگر باقی حضرات سے کچھ وارد ہی نہ ہوا یہی وہ صورت ہے جس کے وقوع سے ہم نے انکار کیا، تو اس وقت اس فتوے کا اتباع واجب ہے یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی آپ کا وہ قول کہاں گیا کہ ہمارے ذمہ اسی کی پیروی ہے جسے مشائخ نے صحیح قرار دے دیا جیسے اس صورت میں ہوتا جب وہ ہمیں اپنی حیات میں فتوی دیتے اس لئے کہ زندگی کا فتوی مستفتی پر واجب العمل ہے اگرچہ مفتی ایک ہی ہو، جس کا دوسرا کوئی مخالف نہ ہو، اور مستفتی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس فتوے کو قبول کرنے سے توقف کرے یہاں تک کہ سب فتوی دینے والے مجتمع ہوجائیں یا کثیر ہوجائیں تب مانے۔
وعلى الاول لم يجب العدول عن قول الامام الى قول صاحبه الا لترجح رأى صاحبه بانضمام رأى	بر تقدیر اول (یعنی قول امام کو چھوڑ کر دیگر کو ترجیح دینے والے فتوے کی اتباع واجب ہے) قول امام چھوڑ کر ان کے شاگرد کے قول کو لینا کیوں واجب ہوا؟ صرف اس لئے کہ

هذا المفتی الیه اذلیس هذا الافتاء قضاء یرفع الخلاف بل ولا افتاء مفت لمن اتاه من مستفت انما حاصله ان الرأی الفلانی ارجح عندی ، فاذن ترجح رأی احد الصاحبین بانضمام رأی الاٰخرا علی واعظم لان کلامنهما اعلم واقدم من جمیع من جاء بعدهما من المرجحین فکل ما خالف فیه الامام صاحباه وجب فیه ترک قوله الی قولهما وهو خلاف الاجماع ،

وثالثا علی ف التسلیم معکم ابن الشلبی وانظروا من معنا اٰخر الکلام

قوله فلیس للقاضی ان یحکم بقول غیرابی حنیفة فی مسألة لم یرجح فیها قول غیره ورجحوا فیها دلیل ابی حنیفة علی دلیله [76]۔

ان کے شاگرد کی رائے اس مفتی کی رائے سے مل کر راجح ہو گئی، کیونکہ یہ فتوٰی کوئی اختلاف ختم کرنے والا فیصلہ قاضی نہیں، بلکہ اس کی حیثیت اس افتا کی بھی نہیں جو آکر سوال کرنے والے کسی مستفتی کے لئے کسی مفتی سے صادر ہوا، اس فتوے کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ فلاں رائے میرے نزدیک زیادہ راجح ہے جب ایسا ہے تو اگر صاحبین میں سے ایک صاحب کی رائے کے ساتھ دوسرے صاحب کی رائے بھی مل جائے تو اس کا راجح ہونا (کسی بعد کے مفتی کی رائے ملنے والی صورت کی بہ نسبت) زیادہ بالاتر اور عظیم تر ہوگا، اس لئے کہ صاحبین میں سے ہر ایک اپنے بعد آنے والے تمام مرجحین سے زیادہ علم والے اور زیادہ مقدم ہیں تو یہ کہئے کہ جہاں بھی صاحبین نے امام کی مخالفت کی ہو وہاں امام کا قول چھوڑ کر صاحبین کا قول لینا واجب ہے، یہ خلاف اجماع ہے (کوئی اس کا قائل نہیں)

ثالثا: بر تقدیر تسلیم آپ کے ساتھ صرف ابن الشلبی ہیں، او رآخر کلام میں دیکھئے ہمارے ساتھ کون لوگ ہیں۔

علامہ شامی: قاضی کو غیر امام کے قول پر کسی ایسے مسئلہ میں فیصلہ کرنے کا حق نہیں جس میں غیر امام کے قول کو ترجیح نہ دی گئی ہو اور خود امام ابو حنیفہ کی دلیل کو دوسرے کی دلیل پر ترجیح ہو۔

ف: معروضة علیه

76 شرح عقود رسم المفتی، رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱/۲۹

اقول : ف۱ هذا تعد فوق مامر فان مفاده ان مالم یرجح فیه دلیل الامام فللقاضی ومثله المفتی العدول عنه الی قول غیره وان لم یذیل ایضا بترجیح فانه بنی الحکم بعدم العدول علی وجود وعدم وجود ترجیح دلیله وعدم ترجیح قول غیره فمالم یجتمعا حل العدول ولم یقل باطلاقة الثقات العدول فانه یشمل ماذا رجعا اولم یرجع شیئ منهما والعمل فیهما بقول الامام لاشك مر الاول فی السابعة وقال ف۲ سیدی ط فی زکاۃ الغنم مسألة صرف الهالك الی العفو من المعلوم انه عند عدم التصحیح لا یعدل عن قول صاحب المذهب[77]	**اقول:** پہلے جو گزر چکا یہاں اس سے بھی آگے تجاوز کیا، کیوں کہ اس کا مفاد یہ ہے کہ جہاں دلیل امام کو ترجیح نہ دی گئی وہاں قاضی اور اسی طرح مفتی کو قول امام سے دوسرے کی قول کی طرف عدول جائز ہے اگرچہ اس دوسرے پر بھی ترجیح کا نشان نہ ہو، یہ مفاد اس طرح ہوا کہ انہوں نے عدم عدول کے حکم کی بنیاد ایک وجود او رایک عدم پر رکھی ہے (۱) دلیل امام کی ترجیح کا وجود ہو (۲) اور قول غیر کی ترجیح کا عدم ہو، تو جب تک دونوں چیزیں جمع نہ ہوں عدول جائز ہوگا، حالانکہ ثقات عدول (معتمد و مستند حضرات) اس اطلاق کے قائل نہیں، کیوں کہ ان دو صورتوں کو بھی شامل ہے (۱) قول امام اور قول غیر دونوں کو ترجیح ملی ہو (۲) دونوں میں سے کسی کو ترجیح نہ دی گئی ہو بلاشبہ ان دونوں صورتوں میں قول امام پر ہی عمل ہوگا، اول کا بیان مقدمہ ہفتم میں گزرا، دوم سے متعلق ملاحظہ ہو، سیدی طحطاوی باب زکاۃ الغنم میں مسئلہ صرف الہالک الی العفو کے تحت رقم طراز ہیں معلوم ہے کہ عدم تصحیح کی صورت میں صاحب مذہب کے قول سے عدول نہ ہوگا،

ف۱: معروضة علیه و علی العلامة ابن الشبلی

ف۲: فائدہ: حیث لا تصحیح لایعدل عن قول الامام۔

[77] حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب زکوۃ باب زکوۃ الغنم المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/ ۴۰۲

قولہ فی المنحۃ اصحاب المتون قدیمشون علی غیر مذھب الامام[78]

اقول: نعم ف۱ فی احدی الوجوہ الستۃ وھو عین قول الامام اما فی غیرھا ف۲ فان مشی بعضھم لم یقبل کما سیأتی فی مسألۃ الشفق ومثلھا تفسیرا لمصر کما یعلم من الغنیۃ شرح المنیۃ وقد فصلناہ فی فتاونا بما لا مزید علیہ اما ان یمشوا قاطبۃ علی خلاف قولہ من دون الحوامل الست فحاشا ، ومن ادعی فلیبرز مثالا لہ ولو واحدا۔

قولہ واذا افتی المشائخ بخلاف قولہ لفقد الدلیل فی حقھم فنحن نتبعھم اذھم اعلم[79]۔

علامہ شامی: منحۃ الخالق میں متون مذہب کے مصنفین بعض اوقات مذہب امام کے سوا کوئی اور اختیار کرتے ہیں۔

اقول: ہاں چھ۶ صورتوں میں سے کسی ایک میں ایسا کرتے ہیں ، یہ بعینہٖ قول امام ہوتا ہے ان کے علاوہ صورتوں میں اگر کوئی مصنف کسی دوسرے مذہب پر چلے تو قبول نہ کیا جائے گا ، جیسا کہ مسئلہ شفق میں اس کا بیان آرہا ہے ، اسی طرح تفسیر "مصر" کا مسئلہ ہے جیسا کہ غنیہ شرح منیہ سے معلوم ہوتا ہے ، اور ہم نے اپنے فتاوی میں اسی کی اتنی تفصیل کی ہے جس پر اضافے کی گنجائش نہیں اب رہی یہ صورت کہ ان چھ اسباب کے بغیر تمام اصحاب متون قول امام کی مخالفت پر گام زن ہوں تو ایسا نہیں ہوسکتا ، اگر کوئی دعوی رکھتا ہے تو اس کی کوئی ایک ہی مثال پیش کردے، علامہ شامی ، جب مشائخ مذہب نے اس دلیل کے فقدان کی وجہ سے جو ان کے حق میں شرط ہے، قول امام کے خلاف فتوی دے دیا تو ہم ان ہی کا اتباع کریں گے اس لئے کہ انہیں زیادہ علم ہے

ف۱: معروضۃ علیہ وعلی العلامۃ ش

ف۲: فائدہ مشی متون علی خلاف قول الامام لا یقبل

[78] منحۃ الخالق علی بحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۶۹

[79] منحۃ الخالق علی بحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۶۹

اقول: اولا ھو اعلم ف۱ منھم ومن اعلم من اعلم من اعلم منھم فای الفریقین احق بالا تباع۔
وثانیا انظر الثانیۃ ف۲ الدلیل فی حقھم التفصیلی وقد فقدوہ فی حقنا الاجمالی وقد وجدناہ فکیف نتبعھم ونعدل من الدلیل الی فقدہ۔

قولہ کیف یقال یجب علینا الافتاء بقول الامام لفقد الشرط وقد اقرانہ فقد الشرط ایضاً فی حق المشائخ[80]

اقول: شبھۃ ف۳ کشفناھا فی الثالثۃ۔

قولہ فھل تراھم ارتکبوا منکرا[81]۔

اقول: ف۴ مبنی علی الذھول عن فرق الموجب فی حقنا وحقھم

اقول اولا: امام کو ان سے بھی زیادہ علم ہے اور ران سے اعلم سے اعلم سے بھی زیادہ، توزیادہ قابل اعتماد کون ہے؟
ثانیا: مقدمہ دوم ملاحظہ ہو، ان کے حق میں دلیل تفصیلی ہے جو انہیں نہ ملی، اور ہمارے حق میں اجمالی ہے جو ہمارے پاس موجود ہے تو کیسے ہم ان کی پیروی کریں اور دلیل چھوڑ کر فقدان دلیل کی طرف جائیں؟

علامہ شامی: یہ بات کیسے کہی جاتی ہے کہ ہمارے اوپر قول امام پر ہی فتوی دیناواجب ہے اس لئے کہ ہمارے حق میں (قول امام پر افتاء کی) شرط مفقود ہے حالاں کہ یہ بھی اقرار ہے کہ وہ شرط مشائخ کے حق میں بھی مفقود ہے۔

اقول: یہ محض ایک شبہ ہے جسے ہم مقدمہ سوم میں منکشف کرآئے ہیں۔ علامہ شامی: توکیا یہ خیال ہے کہ ان حضرات نے کسی ناروا امر کاارتکاب کیا؟

اقول: واجب کرنے والی چیز ہمارے حق میں اور ہے ان کے حق میں اور، اعتراض مذکوراسی

ف۱: معروضۃ علیہ

ف۲: معروضۃ علیہ

ف۳: معروضۃ علیہ

ف۴: معروضۃ علیہ

---

[80] منحۃ الخالق علی بحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶

[81] منحۃ الخالق علی بحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۶

وان شئت الجمع مکان الفرق فالجامع ان کل من فارق الدلیل فقد اتی منکرا فدلیلنا قول امامنا وخلافنا له منکر ودلیلهم ماعن لهم فی المسألة فمصیرهم الیه لاینکر۔	فرق سے ذہول پر مبنی ہے، اگر مقام فرق کو جمع کرنا چاہیں تو جامع یہ ہے کہ جو بھی دلیل سے الگ ہوا وہ منکر وناروا کا مرتکب ہوا، اب ہماری دلیل ہمارے امام کا قول ہے او رہمارے لئے اس کی مخالفت ناروا ہے، اور ان حضرات کی دلیل وہ ہے جو کسی مسئلہ میں ان پر منکشف ہو، تو اس دلیل کی طرف ان کا رجوع ناروا نہیں۔
قوله وقد مشی علیه الشیخ علاؤالدین [82]۔	علامہ شامی: اسی پر شیخ علاء الدین گام زن ہیں
اقول: انما ^{ف۱} مشی فی صدرالکتاب وفی کتاب القضاء معا علی ان الفتوی علی قول الامام مطلقا کما سیأتی وقوله اما نحن فعلینا اتباع مارجحوه فماخوذ من التصحیح کما افد تموه فی ردالمحتار [83] وقد کان صدر کلام الدر هذا وحاصل ماذکره الشیخ قاسم فی تصحیحه [84] الخ وقد علمت ماهو مراد التصحیح الصحیح والحمد لله علی حسن التنقیح۔	**اقول:** در مختار کے شروع میں اور کتاب القضاء میں دونوں جگہ وہ اسی پر گام زن ہیں کہ فتوی مطلقًا قول امام پر ہے جیسا کہ آگے ان کا کلام آرہا ہے، رہی ان کی یہ عبارت "اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ، ہمیں تو اسی کی پیروی کرنی ہے جسے ان حضرات نے راجح قرار دیا" تو یہ تصحیح علامہ قاسم سے ماخوذ ہے جیسا کہ ردالمحتار میں آپ نے افادہ فرمایا خود در مختار ابتدائے کلام اسی طرح ہے اور اس کا حاصل جو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں بیان کیا الخ عبارت تصحیح کا صحیح مطلب کیا ہے یہ پہلے معلوم ہوچکا ہے، اس خوبی تنقیح پر ساری حمد خدا ہی کے لئے ہے۔

ف۱: معروضة علیه

[82] منحۃ الخالق علی حاشیہ بحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء الخ　سعید کمپنی کراچی　۲۶۹/۶

[83] ردالمحتار خطبۃ الکتاب　احیاء التراث العربی بیروت ۱ / ۵۳

[84] الدر المختار خطبۃ الکتاب　مطبع مجتبائی دھلی ۱ / ۱۵

اتینا علی ماوعدنا من سرد النقول علی اقصدنا۔ **اقـول** : وباللّٰه التوفیق، ما ھوالمقرر عند ناقد ظھر من مباحثنا وتفصیله ان المسألة اما ان یحدث فیھا شیئ من الحوامل الست اولا **علی الاول** الحکم للحامل وھو قول الامام الضروری المعتمد علی الاطلاق سواء کان قوله الصوری بل وقول اصحابه وترجیحات المرجحین موافقاله اولا علما منا ان لوحدث ھذا فی زمانھم لحکموا به فقول الامام الضروری شیئ لانظر معه الی روایة ولا ترجیح بل ھوالقول الضروری للمرجحین ایضا ف ۱ ولا یتقید ذلك بزمان دون زمان قال فی شرح العقود فان قلت العرف یتغیر مرة بعد مرة فلو حدث عرف اٰخرلم یقع فی الزمان السابق فھل یسوغ للمفتی مخالفة المنصوص	اب ہم اپنے مقصود و موعود ، ذکر نقول و نصوص پر آتے ہیں۔ **اقول** : **وباللّٰه التوفیق**، ہمارے نزدیک جو مقرر اور طے شدہ ہے وہ ہماری بحثوں سے ظاہر ہوگیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسئلہ میں ان چھ اسباب تغیر سے کوئی رونما ہے یا نہیں ، اور **برتقدیر اول** حکم اس سبب کے تحت ہوگا ، اور یہ امام کا قول ضروری ہوگا جس پر مطلقًا اعتماد ہے خواہ ان کا قول صوری ، بلکہ ان کے اصحاب کا قول اور مرجحین کی ترجیحات بھی اس کے موافق ہوں یا نہ ہوں کیونکہ ہمیں یہ معلوم ہے اگر یہ سبب ان حضرات کے زمانے میں رونما ہوتا وہ بھی اسی پر حکم دیتے ، امام کا قول ضروری ایسا امر ہے جس کے ہوتے ہوئے نہ روایت پر نظر ہوگی نہ ترجیح پر بلکہ وہی مرجحین کا بھی قول ضروری ہے اس میں کسی زمانے کی پابندی بھی نہیں (فلاں زمانے میں سبب رونما ہو تو قول ضروری ہوگا اور فلاں زمانے میں نہ ہوگا) علامہ شامی کی شرح عقود میں ہے ، اگر یہ سوال ہو کہ عرف بار بار بدلتا رہتا ہے ، اگر کوئی ایسا عرف پیدا ہو جو زمانہ سابق میں نہ تھا تو کیا مفتی کے لئے یہ روا ہے کہ منصوص کی مخالفت کرے

ف ۱ : حدث وحکم ضروری لاحدی الحوامل الست لایتقید بزمان۔

واتباع المعروف الحادث؟ قلت نعم فان المتأخرین الذین خالفوا المنصوص فی المسائل المارة لم یخالفوه الا لحدوث عرف بعد زمن الامام فللمفتی اتباع عرفه الحادث فی الالفاظ العرفیة وکذا فی الاحکام التی بناھا المجتھد علی ما کان فی عرف زمانه وتغیر عرفه الی عرف اٰخر اقتداء بھم لکن بعد ان یکون المفتی ممن له رأی ونظر صحیح ومعرفة بقواعد الشرع حتی یمیز بین العرف الذی یجوز بناء الاحکام علیه وبین غیره[85]	اور عرف جدید کا اتباع کرے ؟ میں جواب دوں گا کہ ہاں اس لئے کہ گزشتہ مسائل میں جن متاخرین نے منصوص کی مخالفت کی ہے ان کی مخالفت کی وجہ یہی ہے کہ زمانہ امام کے بعد کوئی اور عرف رونما ہو گیا، تو ان کی اقتداء میں مفتی کا بھی یہ حق ہے کہ عرفی الفاظ میں اپنے عرف جدید کا اتباع کرے اسی طرح ان احکام میں بھی جن کی بنیاد مجتہد نے اپنے زمانے کے عرف پر رکھی تھی اور وہ عرف کسی اور عرف سے بدل گیا، لیکن یہ حق اس وقت ملے گا جب مفتی صحیح رائے و نظر اور قواعد شرعیہ کی معرفت کا حامل ہو تاکہ یہ تمیز کر سکے کہ کس عرف پر احکام کی بنیاد ہو سکتی ہے اور کس پر نہیں ہو سکتی۔
قال وکتبت فی ردالمحتارفی باب القسامة فیما لوادعی الولی علی رجل من غیر اھل المحلة وشھد اثنان منھم علیه لم تقبل عندہ وقالا تقبل الخ نقل السید الحموی عن العلامة المقدسی انه قال توقفت عن الفتوی بقول الامام ومنعت من اشاعته لما یترتب علیه من الضرر العام فان من عرفه من المتمردین یتجاسر علی قتل	فرماتے ہیں : میں نے ردالمحتار باب القسامة میں ، اس مسئلہ کے تحت کہ اگر غیر اہل محلّہ کے کسی شخص پر قتل کا دعوی ہوا اور اہل محلّہ میں سے دو مردوں نے اس پر گواہی دی تو حضرت امام کے نزدیک یہ گواہی قبول نہ کی جائے گی ، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ قبول کی جائے گی الخ ، یہ لکھا ہے کہ سید حموی ، علامہ مقدسی سے نقل فرماتے ہیں کہ ان کا بیان ہے کہ میں نے قول امام پر فتوی دینے سے توقف کیا اور اس قول کی اشاعت سے منع کیا ، کیوں کہ اس سے عام نقصان وضرر پیدا ہوتا ، اس لئے کہ جو سرکش اسے جان لے گا وہ ان محلوں میں جو

[85] شرح عقود رسم المفتی من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۵

النفس فی المحلات الخالیة من غیر اهلها معتمدا علی عدم قبول شهادتهم علیه حتی قلت ینبغی الفتوی علی قولهما لاسیما والاحکام تختلف باختلاف الایام انتهی [86] وقالوا اذا زرع صاحب الارض ارضه ما هو ادنی مع قدرته علی الاعلی وجب علیه خراج الاعلی قالوا وهذا یعلم ولا یفتی به کیلا یتجرأ الظلمة علی اخذ اموال الناس قال فی العنایة و رد بانه کیف یجوز الکتمان ولواخذوا کان فی موضعه لکونه واجبا، واجیب بانا لوافتینا بذلك لادعٰی کل ظالم فی ارض لیس شأنها ذلك انها قبل هذا کانت تزرع الزعفران مثلا فیاخذ خراج ذلك وهو ظلم وعدوان [87] انتهی وکذا فی فتح القدیر قالوا لایفتی بهذا لما فیه من تسلط الظلمة علی اموال المسلمین اذ یدعی کل ظالم ان الارض تصلح لزراعة الزعفران ونحوه	غیر اہل محلّہ سے خالی ہوں جان مارنے میں جری اور بے باک ہوجائے گا اس اعتماد پر کہ اس کے خلاف خود اہل محلّہ کی شہادت قبول نہ ہوگی ، یہاں تک کہ میں نے یہ کہا کہ فتوی قول صاحبین پر ہونا چاہئے خصوصاجب کہ احکام زمانے کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں، انتھی۔ ائمہ نے فرمایا : جب زمین والا اپنی زمین کے اندر اعلیٰ چیز کی کاشت پر قدرت رکھنے کے باوجود ادنی چیز کی کاشت کرے تو اس کے اوپر اعلیٰ کا خراج واجب ہوگا ، علماء نے فرمایا: یہ حکم جاننے کا ہے ، فتوی دینے کا نہیں تاکہ ظالم حکام لوگوں کا مال لینے کی جرات نہ کریں عنایہ میں ہے اس قول پر یہ رد کیا گیا ہے کہ علم کا چھپانا کیونکر جائز ہوگاجب کہ وہ اگر لے ہی لیں تو بجا ہوگا کیوں کہ یہی واجب ہے ، اس کے جواب میں یہ کہا گیا کہ اگر ہم اس پر فتوی دے دیں تو ہر ظالم ایسی زمین جو اعلی کے قابل نہ ہو یہ دعوی کرتے ہوئے کہ پہلے تو اس میں زعفران وغیرہ کی کاشت ہوتی تھی، زعفران کا خراج وصول کرلے گا اور یہ ظلم وعدوان ہوگا، انتہی۔ اسی طرح فتح القدیر میں ہے کہ اس پر فتوی نہیں دیا جاتا کیونکہ اس کے تحت مسلمانوں کے مال پر ظالموں کی چیرہ دستی ہوگی اس لئے کہ ہر ظالم دعوی کرے گا کہ یہ زمین زعفران وغیرہ بوئے جانے کی صلاحیت رکھتی ہے، اور اس ظلم کا

[86] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۴۷
[87] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۴۶، و ۴۷

وعلاجه صعب انتهى فقد ظهرلك ان جمود المفتى او القاضى على ظاهر المنقول مع ترك العرف والقرائن الواضحة والجهل باحوال الناس يلزم منه تضييع حقوق كثيرة وظلم خلق كثيرين[88] اھ

علاج دشوار ہے۔انتہی اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ اگر مفتی یا قاضی عرف اور قرائن واضحہ چھوڑ کر اور لوگوں کے حالات سے بے خبر ہو کر نقل شدہ حکم کے ظاہر پر جمود اختیار کرلے تو اس سے بہت سے حقوق کی بر بادی اور بے شمار مخلوق پر ظلم وزیادتی لازم آئے گی اھ۔

اقــول: ومن ذلك افتاء ؎ السيد بنقل انقاض مسجد خرب ما حوله واستغنى عنه الى مسجد اٰخر

اقول: اسی میں سے یہ بھی ہے کہ علامہ شامی نے فتوی دیا کہ ایسی مسجد جس کے ارد گرد آبادی نہ رہی اور اس کے سامان بے کار ہو گئے جن کی اب ضرورت نہ رہی تو وہ دوسری مسجد میں دی جاسکتے ہیں۔

قال فى ردّالمحتار وقد وقعت حادثة سئلت عنها فى امير اراد ان ينقل بعض احجار مسجد خراب فى سفح قاسيون بدمشق ليبلط بها صحن الجامع الاموى فافتيت بعدم الجواز متابعة للشر نبلالى ثم بلغنى ان بعض المتغلبين اخذ تلك الاحجار لنفسه

ردالمحتار میں فرماتے ہیں: ایک نیا مسئلہ درپیش آیا جس سے متعلق مجھ سے یہ استفتاہوا کہ دمشق کے اندر جبل قاسیون کے دامن میں ایک ویران مسجد ہے جس کے کچھ پتھروں کو امیر جامع اموی کے صحن میں فرش بنانے کی خاطر لے جانا چاہتا ہے میں نے علامہ شرنبلالی کی متابعت میں فتوی دیا کہ ناجائز ہے کچھ دنوں بعد مجھے معلوم ہوا کہ ایک چیرہ دست ظالم ان پتھروں کو اپنے لئے

ف : **مسئلہ:** جو مسجد ویران ہو اور اس کی آبادی کی کوئی صورت نہ ہو اور اس کے آلات کی حفاظت نہ ہوسکے تو اب فتوی اس پر ہے کہ اس کے کڑی تختے وغیرہ دوسری مسجد میں دیے جاسکتے ہیں۔

[88] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۴۷

فندمت علی ما افتیت بہ [89]اھ ومن ذلك ف افتاء جد المقدسی بجواز اخذ الحق من خلاف جنسه حذار تضییع الحقوق قال فی ردالمحتار قال القهستانی وفیه ایماء الی ان له ان یأخذ من خلاف جنسه عند المجانسة فی المالیة وهذا اوسع فیجوز الاخذ به وان لم یکن مذهبنا فان الانسان یعذر فی العمل به عندالضرورة کما فی الزاهدی اھ قلت وهذا ما قالوا انه لامستندله لکن رأیت فی شرح نظم الکنز للمقدسی من کتاب الحجر قال ونقل	اٹھالے گیا یہ سن کر اپنے فتوے پر ندامت ہوئی اھ۔ اسی میں سے یہ بھی ہے کہ علامہ مقدسی کے نانا نے بربادی حقوق سے بچانے کے لئے یہ فتوی دیا کہ صاحب حق اپنا حق خلاف جنس سے لے سکتا ہے (مثلا کسی ظالم نے کسی کے سو روپے دبالئے اور ملنے کی امید نہیں تو مظلوم بجائے سو روپے کے اتنے ہی کی کوئی اور چیز جو ظالم کے مال سے ہاتھ آئے لے سکتا ہے) ردالمحتار میں ہے، قہستانی نے کہا اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ خلاف جنس سے بھی لے سکتا ہے جب کہ مالیت یکساں ہو، اس حکم میں زیادہ گنجائش ہے تو ہمارے مذہب میں اگرچہ یہ حکم نہیں مگر اسے لیا جاسکتا ہے اس لئے کہ انسان وقت ضرورت اس پر عمل کرلینے میں معذور ہے، جیسا کہ زاہدی میں ہے اھ، میں کہتا ہوں اس حکم سے متعلق لوگوں نے کہا کہ اس کی کوئی سند نہیں، لیکن میں نے علامہ مقدسی کی شرح نظم الکنز، کتاب الحجر میں دیکھا، وہ لکھتے ہیں کہ میرے

ف: مسئلہ: جس کے کسی پر مثلا سو روپے آتے ہوں اور اس نے دبالئے یا اور کسی وجہ سے ہوئے اور اسے اس سے روپیہ ملنے کی امید نہیں تو سو روپے کی مقدار تک اس کا جو مال ملے لے سکتا ہے آج کل اس پر فتوی دیا گیا ہے مگر سچے دل سے، بازار کے بھاؤ سے سو روپے ہی کا مال ہو زیادہ ایک پیسہ کا ہو تو حرام در حرام ہے۔

[89] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳ / ۴۲۷

جد والدی لامه الجمال الاشقر فی شرحه للقدوری ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانهم لمطاوعتهم فی الحقوق والفتوٰی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرة من ای مال کان لا سیما فی دیارنا فی مداومتهم للعقوق [90] اھ	والد کے نانا جمال اشقر نے اپنی شرح قدوری میں نقل کیا ہے کہ ، خلاف جنس سے نہ لینے کا حکم ان حضرات کے دور میں تھا کیوں کہ اس وقت حقوق کے معاملے میں شریعت کی فرمانبرداری ہوتی تھی اور آج فتوی اس پر ہے کہ جب قدرت مل جائے تو کسی بھی مال سے لینا جائز ہے خصوصا ہمارے دیار میں۔ کیونکہ اب پیہم نافرمانی ہو رہی ہے اھ۔
ومن ذلك ف افتائی مرارًا بعدم انفساخ نکاح امرأة مسلم بارتدادها لما رأیت من تجاسرهن مبادرة الی قطع العصمة مع عدم امکان استرقاقهن فی بلادنا ولا ضربهن وجبرهن علی الاسلام کما بینته فی السیر من فتاوینا وکم له من نظیر	اسی میں سے یہ بھی ہے کہ میں نے بارہا فتوی دیا کہ کسی مسلمان کی بیوی مرتد ہو جائے تو نکاح سے نہ نکلے گی کیوں کہ میں نے یہ دیکھا کہ رشتہ نکاح منقطع کرنے کی جانب پیش قدمی میں ان کے اندر ارتداد کی جسارت پیدا ہو جاتی ہے اور ہمارے بلاد میں نہ انہیں باندی بنایا جاسکتا ہے نہ مار پیٹ کر اسلام لانے پر مجبور کیا جاسکتا ہے ، جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوی کی کتاب السیر میں بیان کیا ہے ، اس کی دوسری بہت سی نظیریں ہیں۔
وعلی الثانی ان لم تکن فیها روایة عن الامام فخارج عما نحن فیه	**بر تقدیر ثانی :** (اس مسئلہ میں اسباب ستہ میں سے کوئی سبب نہیں) اگر اس میں امام سے کوئی روایت ہی نہ آئی تو یہ صورت ہمارے

ف: **مسئلہ :** اب فتوی اس پر ہے کہ مسلمان عورت معاذاللہ مرتد ہو کر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے مسلمان ہو کر یا بلا اسلام دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔

[90] ردالمحتار کتاب السرقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۰۰

| ولا شك ان الرجوع اذ ذاك المجتهدين فی المذهب وانكانت فاما مختلفة عنه اولا علی الاول الرجوع اليهم وكيف ماكان لايكون خروجا عن قوله رضی الله تعالٰی عنه ولا اعنی بالاختلاف مجیئ النوادر علی خلاف الظاهر فان ماخرج ف عن ظاهر الرواية مرجوع عنه كما نص عليه البحر والخير والشامی [91] وغيرهم وما رجع عنه لم يبق قولا له فتثبت۔ وعلی الثانی اما وافقه صاحباه اواحدهما اوخالفاه علی الاول العمل بقوله قطعا ولا يجوز لمجتهد فی المذهب | مبحث سے خارج ہے، اور بلاشبہ اس صورت میں مجتہدین فی المذہب کی جانب رجوع ہوگا، اگر روایت ہے تو امام سے روایت مختلف آئی ہے یا بلااختلاف آئی ہے پہلی صورت میں رجوع ان ہی حضرات کی جانب ہوگا، اور جیسے بھی ہو قول امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے خروج نہ ہوگا۔ اور اختلاف سے میری مراد یہ نہیں کہ روایات نوادر، ظاہر الروایہ کے خلاف آئی ہو اس لئے کہ جو ظاہر الروایہ سے خارج ہے مرجوع عنہ ہے (اس سے خود امام نے رجوع کرلیا) جیسا کہ بحر، خیر رملی، شامی وغیرہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے، اور امام نے جس سے رجوع کرلیا وہ ان کا قول نہ رہ گیا، اس تحقیق پر ثابت قدم رہو۔
بصورت دوم (جب کہ روایت، امام سے بلااختلاف آئی ہے) (۱)— یا تو صاحبین امام کے موافق ہوں گے (۲) یا صرف ایک صاحب موافق ہوں گے (۳) یا دونوں حضرات مخالف ہونگے۔ پہلی صورت میں قطعاً قول امام پر عمل ہوگا اور کسی مجتہد فی المذہب کے لئے ان حضرات کی |

ف: ماخرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه

[91] ردالمحتار مقدمۃ الکتاب داراحیاء التراث العربی بیروت ۱ / ۴۶

ان یخالفھم الا فی صور الثنیا اعنی الحوامل الست فانہ لیس خلافھم بل فی خلافہ خلافھم وکذلك علی الثانی کما نصوا علیہ ایضاً۔ وعلی الثالث اما ان یتفقا علی شیئ واحد او خالفا وتخالفا۔ علی الثانی العمل بقولہ مطلقا وعلی الاول اما ان یتفق المرجحون علی ترجیح قولھما او قولہ اولا ولابان یختلفوا فیہ اولا یأتی ترجیح شیئ منھما۔ **الاول:** لاکان ولا یکون قط ابدا الا فی احدی الحوامل الست وحینئذ نتبعھم لانہ قول امامنا بل ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالی عنھم صوریا لھما وضروریا لہ، وان جھد احد غایۃ جھدہ ان یستخرج فرعا من غیر الست	مخالفت روا نہیں، مگر استثنا یعنی اسباب ستہ والی صورتوں میں کہ یہ ان حضرات کی مخالفت نہیں، بلکہ اس کے خلاف جانے میں ان کی مخالفت ہے۔یہی حکم دوسری صورت کا بھی ہے، جیسا کہ اس کی بھی مذکورہ حضرات نے تصریح فرمائی ہے۔ بصورت سوم، (۱) یا تو صاحبین کسی ایک حکم پر متفق ہوں گے (۲) یاامام کے مخالف ہونے کے ساتھ باہم بھی مختلف ہوں گے بصورت دوم، مطلقًا قول امام پر عمل ہوگا، اور بصورت اول (۱) یا تو مرجحین قول صاحبین کی ترجیح پر متفق ہونگے (۲) یا قول امام کی ترجیح پر متفق ہوں گے (۳) یا یہ دونوں صورتیں نہ ہوں گی، اس طرح کہ ترجیح کے معاملے میں وہ باہم اختلاف رکھتے ہوں یاسرے سے کسی کی ترجیح ہی نہ آئی ہو۔ **پہلی صورت:** (صاحبین امام کے مخالف، باہم متفق ہوں اور تمام مرجحین بھی ان ہی کی ترجیح پر متفق ہوں) نہ کبھی ہوئی نہ کبھی ہوسکتی ہے مگر ان ہی چھ اسباب میں سے کسی ایک سبب کی صورت میں اگر ایسا ہے تو ہم مرجحین کا اتباع کریں گے، کیونکہ یہی ہمارے امام کا بلکہ ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالی عنہم کا قول ہے، صاحبین کا قول صوری بھی ہے، اور امام کا قول ضروری، اور اگر کوئی اپنی انتہائی کوشش اس بات کے لئے

اجمع فیه المرجحون عن اٰخرهم علی ترك قوله واختیار قولهما فلن یجدنه ابدا وﷲ الحمد۔

الثانی: ظاهر ان العمل بقوله اجماعا لا ینبغی ان ینتطح فیه عنزان فالمسائل الی هنا لا خلاف فیها وفیها جمیعا العمل بقول الامام مهما وجد۔

بقی الثالث وهو ثامن ثمانیة من هذه الشقوق فهو الذی اتی فیه الخلاف فقیل هنا ایضا لا تخییر حتی المجتهد بل یتبع قول الامام وان ادی اجتهاده الی ترجیح قولهما وقیل بل یتخیر مطلقا ولو غیر مجتهد والذی اتفقت کلماتهم علی تصحیح التفصیل بان المقلد یتبع قول الامام واهل النظر قوة الدلیل۔

صرف کر ڈالے کہ اسباب ستہ والی صورتوں کے علاوہ کوئی ایک جزئیہ ایسا نکال لے جس میں سب کے سب مرجحین نے قول امام کے ترک اور قول صاحبین کی ترجیح پر اجماع کر رکھا ہو تو ہر گز ہر گز کبھی ایسا کوئی جزئیہ نہ پاسکے گا، وﷲ الحمد۔

دوسری صورت: (صاحبین مخالف امام ہیں، مرجحین قول امام کی ترجیح پر متفق ہیں) میں ظاہر ہے کہ قول امام پر عمل ہوگا بالاجماع اس میں کسی دو فرد کا بھی باہم نزاع نہیں ہوسکتا، یہاں تک جو مسائل بیان ہوئے ان میں کوئی اختلاف نہیں اور سب میں یہی ہے کہ عمل قول امام ہی پر ہے جہاں بھی قول امام موجود ہو۔

تیسری صورت رہ گئی، یہ ان شقوں کی آٹھ صورتوں میں سے آٹھویں صورت ہے، اسی میں اختلاف وارد ہے، ایک قول ہے کہ یہاں بھی کوئی تخییر نہیں یہاں تک کہ مجتہد کے لئے بھی نہیں، بلکہ اسے قول امام ہی کی پیروی کرنا ہے اگرچہ اس کا اجتہاد قول صاحبین کو ترجیح دیتا ہو، ایک قول ہے کہ مطلقًا تخییر ہے اگرچہ غیر مجتہد ہو، اور کلمات علماء جس کی تصحیح پر متفق ہیں وہ یہ ہے کہ مجتہد اور غیر مقلد کا حکم یہاں الگ الگ ہے۔ مقلد قول امام کی پیروی کرے گا، اور صاحب نظر قوت دلیل کی پیروی کرے گا۔

فقد التأمت الکلمات الصحیحۃ المعتمدۃ جمیعا علی ان المقلد لیس لہ الا تقلید الامام وان افتی بخلافہ مفت او مفتون، فان افتاء ھم جمیعا بخلافہ فی غیر صور الثنیا ماکان وما یکون۔ والحمد للہ رب العٰلمین وصلاتہ الدائمۃ علی عالم ماکان	تو تمام صحیح معتمد کلمات اس پر متحد ثابت ہوئے کہ مقلد کو بہر صورت امام ہی کی تقلید کرنا ہے اگرچہ کسی ایک مفتی یا چند مفتیوں نے اس کے خلاف فتوی دیا ہو کیونکہ سب کے سب مفتیوں کا خلاف امام افتا بجز صور استثنا۔۔۔۔۔نہ کبھی ہوا ہے نہ ہوگا۔ اور تمام تر ستائش خدا کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور اس کا دائمی درود

وما یکون وعلی اٰله وصحبه وابنه وحزبه افضل ماسأل السائلون۔ ھذا ما تلخص لنا من کلما تھم وھوا المنھل الصافی الذی وردہ البحر فاستمع نصوص العلماء کشف الله تعالٰی بھم العماء وجلا بھم عنا کل بلاء وعناء۔

ہو عالم ماکان ومایکون پر، اور ان کی آل، اصحاب فرزند اور گروہ پر، ان درودوں میں سب سے افضل درود جن کا سائلوں نے سوال کیا یہ ہے وہ جو کلمات علماء کی تلخیص سے ہمیں حاصل ہوا اور یہی وہ چشمہ صافی ہے جس پر "بحر" اترے۔ اب علماء کے نصوص ملاحظہ ہوں، ان حضرات کے طفیل اللہ تعالٰی نابینائی زائل کرے اور ان کے صدقے میں ہم سے ہر تکلیف و بلا دور کرے۔

خمسة واربعون نصا علی المدعی

مدعا پر ۴۵ نصوص

فی ۱محیط الامام السرخسی ثم الفتاوی ۲ الھندیة لابد من معرفة فصلین احدھما انه اذا اتفق اصحابنا فی شیئ ابو حنیفة وابو یوسف ومحمد رضی الله تعالٰی عنھم ینبغی للقاضی ان یخالفھم برأیه والثانی ا ذا اختلفوا فیما بینھم ۳ قال عبدالله بن المبارك رحمة الله تعالٰی یؤخذ بقول ابی حنیفه رضی الله تعالٰی عنه لانه ف کان من التابعین و زاحمھم فی الفتوی [92] اھ

(۱۔۔۳) امام سرخسی کی محیط پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے، ان دو ضابطوں کی معرفت ضروری ہے اول یہ ہے کہ جب ہمارے اصحاب ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کسی بات پر متفق ہوں تو قاضی کو یہ نہیں چاہئے کہ اپنی رائے سے ان کی مخالفت کرے، دوم یہ کہ جب ان حضرات میں باہم اختلاف ہو تو عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا قول لیا جائے گا، اس لئے کہ وہ تابعین میں سے تھے اور تابعین کے مقابلہ میں فتوٰی دیا کرتے تھے اھ۔

ف: **فائدہ:** امامنا رضی الله تعالٰی عنه من التابعین وقد زاحم ائمتھم فی الفتوی

---

[92] الفتاوی ہندیہ، بحوالہ محیط السرخسی کتاب ادب القاضی الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۱۲

^(۴)زاد العلامة قاسم فی تصحیحه ^(۵) ثم الشامی فی ردالمحتار فقوله اسد واقوی مالم یکن اختلاف عصر وزمان[93] اھ

اقول: وقول السرخسی برأیه یدل ان النهی للمجتهد ولا ینبغی ای لا یفعل بدلیل قوله لابد فلا یقال للمستحب لابد من معرفته اذا مالا یحتاج الی فعله لا یحتاج الی معرفته انما العلم للعمل۔ ^(۶)وفی فتاوی الامام الاجل فقیه النفس قاضی خان المفتی فی زماننا من اصحابنا اذا استفتی فی مسألة وسئل عن واقعة انکانت المسألة مرویة عن اصحابنا فی الروایات الظاهرة بلا خلاف بینهم فانه یمیل الیهم ویفتی بقولهم ولا یخالفهم برأیه وانکان مجتهدا متقنا لان الظاهر ان یکون الحق مع اصحابنا ولا یعدوهم واجتهاده لایبلغ اجتهادهم و

(۴۔۔۵) یہاں علامہ قاسم نے تصحیح میں پھر علامہ شامی نے ردالمحتار میں یہ اضافہ کیا: توان کا قول زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہوگا جب کہ عصر وزمانہ کا اختلاف نہ ہو۔

اقول: امام سرخسی کا لفظ "اپنی رائے سے" یہ بتاتا ہے کہ ممانعت مجتہد کے لئے ہے، اور "نہیں چاہئے" کا معنی یہ ہے کہ "نہ کرے" اس کی دلیل ان کا لفظ "لابد ضروری" ہے کیوں کہ مستحب سے متعلق یہ نہ کہا جائے گا کہ "اس کی معرفت ضروری ہے" اس لئے کہ جس کا ذکر کرنا ضروری نہیں اس کا جاننا بھی ضروری نہیں علم تو عمل ہی کے لئے ہوتا ہے۔ (۶) امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں کے فتاوی میں ہے، ہمارے دور میں جب ہمارے مسلک کے مفتی سے کسی مسئلہ میں استفتا اور کسی واقعہ پر سوال ہو تو اگر وہ مسئلہ ہمارے ائمہ سے ظاہر الروایہ میں بلااختلاف باہمی مروی ہے تو ان ہی کی طرف مائل ہو، ان ہی کے قول پر فتوی دے اور اپنی رائے سے ان کی مخالفت نہ کرے، اگرچہ وہ پختہ کار مجتہد کیوں نہ ہو، اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ حق ہمارے ائمہ کے ساتھ ہے اور ان سے متجاوز نہیں، اور اس کا اجتہاد ان کے اجتہاد کو نہیں پاسکتا۔ اور ان کے

---

[93] ردالمحتار مقدمۃ الکتاب مطلب رسم المفتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۱ / ۴۸

لاینظر الی قول من خالفهم ولاتقبل حجته لانهم عرفوا الا دلّة ومیزوا بین ماصح وثبت وبین ضده ـ فان کانت المسألة مختلفا فیها بین اصحابنا فانکان مع ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی احد صاحبیه یؤخذ بقولهما لوفور الشرائط واستجماع ادلة الصواب فیهما وان خالف ابا حنیفة رحمه الله تعالٰی صاحباه فی ذلك فانکان اختلافهم اختلاف عصروزمان کا لقضاء بظاهر العدالة یأخذ بقول صاحبیه لتغیر احوال الناس وفی المزارعة والمعاملة ونحو هما یختار قولهما لاجتماع المتاخرین علی ذلك وفیما سوی ذلك قال بعضهم یتخیر المجتهد ویعمل بما افضی الیه رأیه وقال عبدالله بن المبارك یأخذ بقول ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی [94] اھ **اقول** : ولوجه ربنا الحمد اتی بکل ما قصدناه فاستثنی	مخالف کے قول پر نظر نہ کرے نہ اس کی حجت قبول کرے اس لئے کہ وہ دلائل سے آشنا تھے اور انہوں نے ثابت و صحیح اور غیر ثابت و صحیح کے درمیان امتیاز بھی کردیا۔ (۲) اگر مسئلہ میں ہمارے ائمہ کے درمیان اختلاف ہے تو اگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے ساتھ ان کے صاحبین میں سے کوئی ایک ہیں تو ان ہی دونوں حضرات (امام اور صاحبین میں سے ایک) کا قول لیا جائے گا کیوں کہ ان میں شرطیں فراہم، اور دلائل صواب مجتمع ہیں (۳) اور اگر اس مسئلہ میں صاحبین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے بر خلاف ہیں تو یہ اختلاف اگر عصر و زمان کا اختلاف ہے جیسے گواہ کی ظاہری عدالت پر فیصلہ کا حکم، تو صاحبین کا قول لیا جائے گا کیونکہ لوگوں کے حالات بدل چکے ہیں، اور مزارعت، معاملت اور ایسے ہی دیگر مسائل میں صاحبین کا قول اختیار ہوگا کیونکہ متاخرین اس پر اتفاق کر چکے ہیں، (۴) اور اس کے ماسوا میں بعض نے کہا کہ مجتہد کو اختیار ہوگا اور جس نتیجے تک اس کی رائے پہنچے وہ اس پر عمل کرے گا، اور عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کا قول لے گا۔اھ **اقول:** ہمارے رب ہی کی ذات کے لئے حمد ہے، امام قاضی خاں نے ہمارے

[94] فتاوٰی قاضی خان　فصل فی رسم المفتی　نولکشور لکھنؤ　۲/۱

التعامل وما تغیر فیہ الحکم لتغیر الاحوال قد جمع الوجوہ الستۃ التی ذکرناھا. ونص ان اھل لنظر لیس لھم خلاف الامام اذا وافقہ احد صاحبیہ فکیف اذا وافقاہ ثم ما ذکر من القولین فیما عداھا لاخلف بینھما فی المقلد فالاول بتقیید التخییر بالمجتھد افاد ان لاخیار لغیرہ والثانی حیث منع المجتھد عن التخییر فھو للمقلد امنع فاتفق القولان علی ان المقلد لایتخیر بل یتبع الامام وھو المرام [7] وفی الفتاوی السراجیۃ [8] والنھر الفائق [9] ثم الھندیۃ [10] و الحموی وکثیر من الکتب واللفظ للسراجیۃ الفتوی علی الاطلاق علی قول ابی حنیفۃ ثم ابی یوسف ثم محمد ثم زفر عـــہ والحسن و[95]	مقصود سے متعلق سب کچھ بیان کردیا، تعامل اور اس مسئلے کا جس میں حالات کے بدلنے سے حکم بدل گیا ہے، استثنا کرکے ہمارے ذکر کردہ اسباب ستہ کو جمع کردیا، یہ صراحت بھی فرمادی کہ صاحبین میں سے کوئی ایک جب امام کے موافق ہوں تو اصحاب نظر کے لئے امام کی مخالفت روا نہیں، اگر دونوں ہی ان کے موافق ہیں تو کیونکر روا ہوگی؟ پھر ما سوا مسائل میں جو دو قول بیان کئے ہیں ان کے درمیان مقلد کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں قول اول میں تخییر کو مجتہد سے مقید کرکے یہ افادہ کردیا کہ غیر مجتہد کو اختیار نہیں۔ اور قول دوم میں جب مجتہد کو تخییر سے منع کیا تو مقلد کو تو اور زیادہ منع کریں گے، اس طرح دونوں قول اس بات پر متفق ٹھہرے کہ مقلد کو تخییر نہیں بلکہ اسے امام ہی کا اتباع کرنا ہے، یہی مقصود ہے، **(۷۔۔۔۱۰)** [7] فتاوی سراجیہ، [8] النہر الفائق، پھر [9] ہندیہ و [10] حموی اور بہت سی کتابوں میں ہے الفاظ سراجیہ کے ہیں۔ فتوی مطلقاً قول امام ابو حنیفہ پر ہوگا، پھر امام ابو یوسف، پھر امام محمد پھر اماز فر، اور امام حسن کے قول پر۔

عـــہ: ھکذا نقل عنھا فی شرح العقود وغیرہ والحسن بالواو وھو مفاد الدر لکن فی نسختی السراجیۃ ثم الحسن واللہ تعالی اعلم منہ غفرلہ۔	سراجیہ سے شرح عقود وغیرہ میں "والحسن" واو کے ساتھ نقل کیا ہے۔ یہی در مختار کا بھی مفاد ہے۔ لیکن میرے نسخے سراجیہ میں ثم الحسن ہے۔ واللہ تعالی اعلم غفر لہ

[95] الفتاوی السراجیہ کتاب ادب المفتی والتنبیہ علی الجواب مطبع نولکشور لکھنو ص ۱۵۷

لفظ النهر ثم الحسن۔ [96]	اور نہر میں ثم الحسن ہے (پھر امام حسن)۔
اقول: وهو حسن فان مكانة زفر مما لا ينكر لكن قال ش الواو هي المشهورة في الكتب اھ [97] ومعنى الترتيب اي اذا لم يجد قول الامام ثم رأيت "الشامي صرح به في شرح عقوده حيث قال اذا لم يوجد للامام نص يقدم قول ابي يوسف ثم محمد الخ قال والظاهر ان هذا في حق غير المجتهد اما المفتي المجتهد فيتخير بما يترجح عنده دليله [98]۔اھ	**اقول:** لفظ نہر "ثم الحسن" عمدہ ہے کیونکہ امام زفر کی ان سے برتری ناقابل انکار ہے لیکن علامہ شامی لکھتے ہیں کہ "واو" ہی کتابوں میں مشہور ہے اھ اور ترتیب مذکور اس صورت میں مقصود ہے جب امام کا قول نہ ملے، (۱۱) پھر میں نے دیکھا کہ علامہ شامی نے شرح عقود میں اس کی صراحت بھی فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں: جب امام کی کوئی نص نہ ملے تو امام ابو یوسف کا قول مقدم ہوگا پھر امام محمد کا۔ الخ، اور فرماتے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ یہ غیر مجتہد کے حق میں ہے، رہا مفتی مجتہد تو یہ اسے اختیار کرے گا جس کی دلیل اس کے نزدیک راجح ہو اھ
اقول: اي اذا لم يجد قول الامام لايتقيد بالترتيب فيتبع قول الثاني وان ادى رأيه الى قول الثالث كما كان لا يتخير اتفاقا اذا كان مع الامام صاحباه او احدهما والذي استظهره ظاهر ثم قالا اعني السراجية	**اقول:** یعنی جب امام کا قول اسے نہ ملے تو وہ ترتیب کا پابند نہیں کہ امام ثانی ہی کے قول کی پیروی کرے اگرچہ اس کا اجتہاد امام ثالث کے قول پر جائے، جیسے اس صورت میں بالاتفاق اسے اختیار نہیں جب امام کے ساتھ صاحبین یا ان میں سے ایک ہوں، اور علامہ شامی نے جس کو ظاہر کہہ کر بیان کیا وہ ظاہر ہے پھر سراجیہ

[96] الدر المختار بحوالہ النہر کتاب القضاء ، مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۷۲، النہر الفائق شرح کنز الدقائق کتاب القضاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۳/۵۹۹

[97] رد المحتار، کتاب القضاء ، مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق ۴/۳۰۲

[98] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۷

والنھر وقیل اذاکان ابو حنیفة فی جانب و صاحباہ فی جانب فالمفتی بالخیار والاول اصح اذالم یکن المفتی مجتھدا[99] اھ

[12]وفی التنویر [13]والدر (یأخذ) القاضی کالمفتی (بقول ابی حنیفة علی الاطلاق) وھو الاصح منیة [14]وسراجیة وصحح فی الحاوی اعتبار قوة المدرك والاوّل اضبط [15]نھر (ولا یخیر الا اذاکان مجتھدا[100]) اھ [16]وفی صدر ط ما ذکرہ المصنف صححه فی ادب [17]اطفال[101] اھ [18]وفی البحر کما مرقد صححوا ان الافتاء بقول الامام[102]

وقال ش قوله وھو الا صح مقابله مایأتی عن الحاوی وما فی جامع الفصولین من

اور نہر میں یہ بھی ہے: کہا گیا کہ جب امام ابو حنیفہ ایک طرف ہوں اور صاحبین دوسری طرف تو مفتی کو اختیار ہے اور قول اول اصح ہے جب کہ مفتی صاحب اجتہاد نہ ہو اھ

(۱۲۔۔۱۵) [12]تنویر الابصار اور [13]درمختار میں ہے (عبارت تنویر قوسین میں ہے ۱۲م) مفتی کی طرح قاضی بھی (مطلقًا قول امام کو لگا) یہی اصح ہے [14]منیہ وسراجیہ، اور حاوی میں قوت دلیل کے اعتبار کو صحیح کہا ہے۔ اور قول اول زیادہ ضبط والا ہے [15]نہر (اور تخییر نہ ہوگی مگر جب کہ وہ صاحب اجتہاد ہو) اھ

(۱۶۔۔۔۔۱۷) [16]طحطاوی کے شروع میں ہے، مصنف نے جو ذکر کیا ہے اسی کو ۱۷ ادب المقال میں صحیح کہا ہے اھ

[18]بحر میں ہے، جیسا کہ گزرا، علماء نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے کہ فتوی قول امام پر ہوگا، اھ

علامہ شامی لکھتے ہیں عبارت درمختار "وھو الاصح" کا مقابل وہ ہے جو حاوی کے حوالے سے آرہا ہے اور وہ جو جامع الفصولین میں ہے

---

99 الفتاوی السراجیة کتاب ادب المفتی والتنبیه علی الجواب مطبع لکنشور لکھنو ص ۱۵۷، النھر الفائق شرح کنزالد قائق کتاب القضاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۳ / ۵۹۹

100 الدر المحتار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲ / ۷۲

101 حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار مقدمة الکتاب المکتبة العربیه کوئٹہ ۱/ ۴۸

102 البحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء ایچ ایم سعید کمپنی ۶/ ۲۶۹

انه لو معه احد صاحبيه اخذ بقوله وان خالفاه قيل كذلك وقيل يخير الا فيما كان الاختلاف بحسب تغيرالزمان كالحكم بظاهر العدالة وفيما اجمع المتأخرون عليه كالمزارعة والمعاملة فيختارقولهما [103] اھ وفی صدر الدر الاصح كما فی السراجية وغيرها انه يفتی بقول الامام علی الاطلاق وصحح فی الحاوی القدسی قوة المدرك [104]اھ قال ط قوله والاصح مقابله قوله بعد وصحح فی الحاوی [105] اھ وقال ش بعد نقل عبارة السراجية مقابل الاصح غير مذكور فی كلام الشارح فافهم [106]اھ	کہ اگر صاحبین میں سے کوئی ایک ،امام کے ساتھ ہوں تو قول امام لیا جائے گا، اور اگر صاحبین مخالف امام ہوں تو بھی ایک قول یہی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ تخییر ہوگی مگر اس مسئلے کے اندر جس میں تبدیلی زمانہ کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا ہو جیسے ظاہر عدالت پر فیصلہ کرنے کا مسئلہ اور مزارعت و معاملت جیسے وہ مسائل جن میں متاخرین کا اجماع ہو چکا ہے کہ ان سب میں قول صاحبین اختیار کیا جائے گا۔ در مختار کے شروع میں ہے جیسا کہ سراجیہ وغیرہا میں مذکور ہے اصح یہ ہے کہ مطلقًا قول امام پر فتوٰی دیا جائے گا، اور حاوی قدسی میں قوت دلیل کے اعتبار کو صحیح کہا ہے۔ طحطاوی لکھتے ہیں در مختار میں مذکور "اصح" کا مقابل وہ ہے جو بعد میں "صحح فی الحاوی" حاوی نے اعتبار دلیل کو صحیح کہا" لکھ کر بیان کیا ہے۔ علامہ شامی سراجیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں اصح کا مقابل کلام شارح میں مذکور نہیں، **فافهم** (تو سمجھو) اس لفظ

---

[103] ردالمحتار کتاب القضاء مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۲

[104] الدر المختار، رسم المفتی، مطبع مجتبائی دہلی ۱ / ۱۴

[105] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار المکتبة العربیہ کوئٹہ ۱ / ۴۹

[106] ردالمحتار، رسم المفتی، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱ / ۴۸

یرید به التعریض علی ط۔ **اقول:** ههنا امور لا بد من التنبیه لها: **فاولا:** اقحم ف۱ الدر ذکر فی التصحیحین قبل قول المصنّف ولا یخیر الخ فاوهم الاطلاق فی الحکم الاول حتی قال ف۲ قوله صحح فی الحاوی مقابل الاطلاق الذی فی المصنف[107] اھ مع ان صریح نص المصنف تقییده بما اذا لم یکن مجتهدا۔ **وثانیا:** ما صححه فی الحاوی عین ما صححه فی السراجیة والمنیة وادب المقال وغیرها وانما الفرق فی التعبیر فهم قالوا الاصح ان المقلد لا یتخیر بل یتبع قول الامام وهو قال الاصح ان المجتهد	سے طحطاوی پر تعریض مقصود ہے۔ **اقول:** یہاں چند امور پر متنبہ ہونا ضروری ہے، **اولا:** صاحب تنویر کا قول "مطلقًا قول امام کو لے گا" غیر مجتہد سے خاص ہے۔ مگر شارح نے عبارت متن "اور تخییر نہ ہوگی الخ" سے پہلے دونوں تصحیحوں کا تذکرہ درمیان میں رکھ دیا جس سے یہ وہم پیدا ہوا کہ حکم اول (اخذ قول امام) میں اطلاق ہے، یہاں تک کہ سید طحطاوی نے یہ سمجھ لیا کہ شارح کا قول "صحح فی الحاوی" اسی اطلاق کا مقابلہ ہے جو کلام مصنف میں ہے حالاں کہ مصنف کی عبارت میں صراحۃً وہ اس سے مقید ہے کہ "جب کہ وہ صاحب اجتہاد نہ ہو" **ثانیا:** حاوی میں جس قول کو صحیح کہا ہے بعینہٖ وہی ہے جسے سراجیہ، منیہ، ادب المقال وغیرہا میں صحیح کہا ہے، فرق صرف تعبیر کا ہے۔ ان حضرات نے یوں کہا کہ مقلد کو تخییر نہیں بلکہ اسے قول امام ہی کی پیروی کرنی ہے، اور حاوی نے یوں کہا کہ اصح یہ ہے کہ مجتہد کو

ف۱: تطفل علی الدر المختار

ف۲: معروضة علی العلامة ط

[107] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب القضاء، المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۳/۱۷۶

یتخیر لان قوۃ الدلیل انما یعرفھا ھو فیستحیل ف۱ ان یکون مقابل الاصح ما صححہ فی الحاوی بل مقابلہ التخییر مطلقا اذا خالفاہ معا کما ھو مفاد الاطلاق القیل المذکور فی السراجیۃ والتقیید بقول الامام مطلقا وان خالفاہ معا والمفتی مجتھد کما ھو مفاد اطلاق ماصدر بہ فیھا فلا وجہ ف۲ لترجیح الاول علیہ بانہ	تخییر ہو گی اس لئے کہ دلیل کی قوت سے آشنا وہی ہو گا، جب حقیقت یہ ہے تو محال ہے کہ اصح کا مقابل وہ ہو جسے حاوی میں اصح کہا، بلکہ اس کا مقابل یہ ہے کہ (۱) مطلقاً تخییر ہو گی جب کہ صاحبین مخالف امام ہوں، جیسا کہ سراجیہ میں مذکور قیل، کہا گیا" کا مفاد ہے، (۲) اور یہ کہ مطلقاً قول امام کی پابندی ہے اگرچہ صاحبین ان کے مخالف اور مفتی صاحب اجتہاد ہو، جیسا کہ یہ اس کلام کے اطلاق کا مفاد ہے جسے سراجیہ کے اندر شروع میں ذکر کیا۔[اس میں پہلے یہ کہا کہ "فتوی مطلقاً قول امام پر ہے"۔ پھر یہ لکھا" کہا گیا کہ جب امام ایک جانب اور صاحبین دوسری جانب ہوں تو مفتی کو اختیار ہے"۔ اس کے متصل یہ کہا کہ: "اول اصح ہے جب کہ مفتی صاحب اجتہاد نہ ہو" آغاز کلام سے پتا چلا کہ مجتہد غیر مجتہد سب کے لئے قول امام کی پابندی ہے، درمیانی قول سے معلوم ہوا کہ مخالفت صاحبین کی صورت میں سب کے لئے تخییر ہے آخر والی تصحیح سے معلوم ہوا کہ غیر مجتہد کے لئے تو مطلقاً قول امام کی پابندی ہے اور مجتہد کے لئے مخالفت صاحبین کی صورت میں اختیار ہے۔ ۱۲م] جب ایسا ہے تو اول کو "زیادہ ضبط والا" کہہ کر

ف۱: معروضۃ علیہ وعلی العلامۃ ش

ف۲: تطفل علی النھر وعلی الدر

اضبط	تصحیح حاوی پر اسے ترجیح دینے کا کوئی معنی نہیں[تصحیح حاوی اور تصحیح اول تو بعینہ ایک ہیں۔۱۲م]
وقد قال ح ط ش فی التوفیق بین ما فی السراجیۃ والحاوی ان من کان لہ قوۃ ادراك قوۃ المدرك یفتی بالقول القوی المدرك والا فالترتیب [108] اھ قال ش یدل علیہ قول السراجیۃ والاول اصح اذالم تکن المفتی مجتھدا [109] اھ	**(۱۹۔۔۲۱)** حضرات ۱۹حلبی ، ۲۰ طحطاوی و ۲۱شامی نے کلام سراجیہ اور کلام حاوی میں تطبیق کے لئے یہ کہا : کہ جس کے پاس مدرک ودلیل کی قوت سے آگاہی کی قدرت ہو وہ اپنے دریافت کردہ قوی قول پر فتوی دے گا ورنہ وہی ترتیب ہوگی ۔شامی فرماتے ہیں ،اس پر سراجیہ کی یہ عبارت دلالت کررہی ہے ،اوراول اصح ہے جب کہ مفتی صاحب اجتہاد نہ ہو۔
اقول : فرق التعبیر ف۱ لایکون خلافا حتی یوفق وبالجملۃ فتوھم المقابلۃ بینھما اعجب واعجب منہ ف۲ ان العلامۃ ش تنبہ لہ فی صدر الکتاب ثم وقع فیہ فی کتاب القضاء فسبحٰن من لا ینسی ۔	**اقول** : فرق تعبیر کوئی معنوی اختلاف ہے ہی نہیں کہ تطبیق دی جائے الحاصل ان دونوں تصحیحوں میں مقابلہ کا توہم بہت عجیب ہے اور اس سے زیادہ عجیب یہ کہ علامہ شامی شروع کتاب میں اس پر متنبہ ہوئے پھر کتاب القضاء میں جاکر اس وہم میں پڑ گئے ۔تو پاکی اس ذات کے لئے جسے فراموشی و نسیان نہیں۔

ف۱:معروضۃ علیہ وعلی العلامۃ ح وعلی ط وعلی ش

ف۲:معروضۃ علی ش

108 حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ، رسم المفتی ، المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ، ۱/۴۹، ردالمحتار رسم المفتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۸

109 ردالمحتار رسم المفتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۸

ثالثا: کذلك ف۱ لا یقابله ما فی جامع الفصولین فانه عین ما فی الخانیة وانما نقله عنها برمز خ وفیه تقیید التخییر بالمجتهد فالکل و ردوا موردا واحدا وانما ینشؤا لتوهم لاقتصار وقع فی النقل عنه ۲۲فان نصه لو مع ح رضی الله تعالی عنه احد صاحبیه یأخذ بقولهما ولو خالف ح صاحباه فلو کان اختلافهم بحسب الزمان یأخذ بقول صاحبیه وفی المزارعة والمعاملة یختار قولهما لاجماع المتأخرین وفیما عدا ذلك قیل یخیر المجتهد وقیل یأخذ بقول ح رضی الله تعالی عنه [110] اھ فانکشفت الشبهة۔

ثالثا: اسی طرح اس کا مقابل وہ بھی نہیں جو جامع الفصولین میں ہے اس لئے کہ اس کا کلام تو بعینہٖ وہی ہے جو خانیہ کا ہے، اسی سے "خ" کا رمز دے کر نقل بھی کیا ہے، اس اختیار کو اس سے مقید کیا ہے کہ مفتی مجتہد ہو تو سب نے ایک موقف اختیار کیا ہے اور وہم اس اختیار سے پیدا ہوا ہے جو نقل میں واقع ہوا ہے۔ جامع کی عبارت اس طرح ہے

(۲۲) اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ ان کے صاحبین میں سے کوئی ایک ہوں تو ان ہی دونوں (امام اور وہ ایک صاحب) کے قول کو لے، اور اگر صاحبین "ح" کے مخالف ہو تو اگر ان حضرات کا اختلاف بلحاظ زمان ہے، تو صاحبین ہی کا قول لے۔ اور مزارعت و معاملت میں صاحبین ہی کا قول اختیار کرے کیوں کہ اسی پر اجماع متاخرین ہے، ان صورتوں کے ماسوا میں ایک قول یہ ہے کہ مجتہد کو تخییر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ امام "ح" رضی اللہ تعالی عنہ کا ہی قول لینا ہے۔ اس سے شبہہ منکشف ہو گیا۔

و رابعا: اھم من الکل ف۲ دفع ما اوھمه عبارة الدر من ان تصحیح الحاوی اعتبار قوۃ

رابعا: سب سے اہم اس وہم کو دور کرنا ہے جو عبارت در مختار نے پیدا کیا کہ حاوی کے نزدیک قوت دلیل کے اعتبار کو اصح

ف۱: معروضة علیه

ف۲: تطفل علی الدر

[110] جامع الفصولین، الفصل الاول فی القضاء الخ اسلامی کتب خانہ کراچی، ۱/۱۵

المدرك مطلق لا قتصاره من نصه على فصل واحد وليس كذلك [23] ففي الحاوي القدسي متى كان قول ابي يوسف ومحمد موافق قوله لا يتعدى عنه الا فيما مست اليه الضرورة وعلم انه لوكان ابو حنيفة رأى مارأوا لا فتى به وكذا اذا كان احدهما معه فان خالفاه في الظاهر [عـــه] قال بعض المشائخ يأخذ بظاهر قوله وقال بعضهم المفتي مخير بينهما ان شاء افتى بظاهر قوله وان شاء افتى بظاهر قولهما والاصح ان العبرة بقوة الدليل [111] اھ فهذا كما ترى عين مافي الخانية لا يخالفها في شيئ فقد الزم اتباع قول الامام اذا وافقه	قرار دینا مطلقًا ہے یہ وہم پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ در مختار میں عبارت حاوی کے صرف ایک ٹکڑے پر اقتصار ہے۔ حقیقت یوں نہیں۔ کیوں کہ حاوی قدسی کی پوری عبارت یہ ہے: جب امام کے موافق ہو تو اس سے تجاوز نہ کیا جائے گا مگر اس صورت میں جب کہ ضرورت در پیش ہو اور معلوم ہو کہ اگر امام ابو حنیفہ بھی اسے دیکھتے جو بعد والوں نے دیکھا تو اسی پر فتوی دیتے، یہی حکم اس وقت بھی ہے جب صاحبین میں سے کوئی ایک، امام کے ساتھ ہو، اگر دونوں ہی حضرات ظاہر میں مخالف امام ہوں تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ظاہر قول امام کو لے، اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مفتی کو دونوں کا اختیار ہے اگر چاہے تو ظاہر قول امام پر فتوی دے، اور اصح یہ ہے کہ اعتبار، قوت دلیل کا ہے اھ، (حاوی قدسی) دیکھئے بعینہ وہی بات ہے جو خانیہ میں ہے ذرا بھی اس کے خلاف نہیں کیوں کہ حاوی نے بھی امام کے ساتھ موافقت صاحبین کی صورت

عــه المراد بالظاهر في المواضع الاربعة ظاهر الرواية منه	چاروں جگہ لفظ "ظاهر" سے مراد ظاہر الروایہ ہے ۱۲منہ (ت)

[111] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲۶/۱

صاحباہ وکذا اذا وافقه احدهما وانما جعل الاصح العبرة بقوة الدليل اذا خالفاہ معاًلا مطلقاً کما او همه الدرو معلوم ان معرفة قوة الدليل وضعفه خاص باهل النظر فوافق تقديم الخانية تخيير المجتهد لانه انما ف ا يقدم الاظهر الاشهر	میں ، اسی طرح صرف ایک صاحب کی موافقت کی صورت میں قول امام ہی کا اتباع لازم کیا ہے ، اور قوت دلیل کے اعتبار کو اصح صرف اس صورت میں قرار دیا ہے جب دونوں ہی حضرات ، مخالف امام ہوں اسے مطلقاً اصح نہ ٹھہرایا جیسا کہ عبارت در مختار نے وہم پیدا کیااور معلوم ہے کہ دلیل کی قوت اور ضیعف کی معرفت خاص اہل نظر کا حصہ ہے تو یہ تصحیح اسی کے مطابق ہے جسے خانیہ نے مقدم رکھا ، یعنی یہ کہ مجتہد کے لئے تخییر ہے اس لئے کہ قاضی خاں اسی کو مقدم کرتے ہیں جو اظہر واشہر ہو۔
وقد علمت ان لا خلف فاحفظ هذا کيلا تزل فی فهم مراده حيث ينقلون عنه القطعة الا خيرة فقط ان العبرة بقوة الدليل فتظن عمومه للصور وانما هو فی ما اذا خالفاہ معاً ،	معلوم ہو چکا کہ دونوں میں کوئی فرق واختلاف نہیں تو اسے یاد رکھنا چاہئے تاکہ مراد حاوی سمجھنے میں لغزش نہ ہو کیوں کہ لوگ ان کا صرف آخری ٹکڑا"اعتبار ، قوت دلیل کا ہے" نقل کرتے ہیں ، جس سے خیال ہوتا ہے کہ ان کا یہ حکم تمام ہی صورتوں کے لئے ہے۔ حالاں کہ یہ صرف اس صورت کے لئے ہے جب دونوں حضرات مخالف امام ہوں۔
وبامثال ف ۲ ماوقع ههنا فی نقل ش کلام جامع الفصولين ونقل الدر کلام الحاوی وما وقع فيهما من	یہاں علامہ شامی سے کلام جامع الفصولین کی نقل میں اور صاحب در سے کلام حاوی کی نقل میں جو واقع ہوا اور دونوں میں جو اختصار مخل در آیا

ف ۱ : ما قدم الامام قاضی خان فهو الاظهر الاشهر ۔

ف ۲ ليجتنب النقل بالواسطة مهما امکن ۔

الاقتصار المخل يتعين انه ينبغي مراجعة المنقول عنه اذا وجد فربما ظهر شيئ لا يظهر مما نقل وان كانت النقلة ثقات معتمدين فاحفظ وقد قال في [۲۴] شرح العقود بعد نقله مافي الحاوي الحاصل انه اذا اتفق ابو حنيفة وصاحباه على جواب لم يجز العدول عنه الا لضرورة وكذا اذا وافقه احدهما واما اذا انفرد عنهما بجواب وخالفاه فيه فان ف انفرد كل منهما بجواب ايضا بان لم يتفقا على شيئ واحد فالظاهر ترجيح قوله ايضا[112]۔

اقول وهذه نفيسة افادها وكم له من فوائد اجادها والامر كما قال لقول الخانية يأخذ بقول صاحبيه و

ایسی ہی باتوں کے پیش نظر یہ متعین ہو جاتا ہے کہ منقول عنہ کے موجود اور دستیاب ہونے کی صورت میں اس کی مراجعت کرلینا چاہئے ہوسکتا ہے کہ اس سے کوئی ایسی بات منکشف ہو جو نقل سے ظاہر نہیں ہوتی اگر نقل کرنے والے ثقہ ومعتمد ہیں، اسے یاد رکھیں۔

(۲۴) شرح عقود میں حاوی کا کلام نقل کرنے کے بعد تحریر ہے: حاصل یہ کہ جب امام ابو حنیفہ اور صاحبین کسی حکم پر متفق ہوں تو اس سے عدول جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب یوں ہی جب صاحبین میں سے ایک ان کے موافق ہوں۔ لیکن جب امام کسی حکم میں صاحبین سے علیحدہ ہوں اور دونوں حضرات اس میں امام کے برخلاف ہوں تو اگر یہ بھی الگ الگ ایک ایک حکم رکھتے ہوں اس طرح کہ کسی ایک بات پر متفق نہ ہوں تو ظاہر یہی ہے کہ ترجیح قول امام کو ہوگی۔

اقول: یہ ایک نفیس نکتہ ہے جس کا افادہ فرمایا اور ان کے ایسے عمدہ افادات بہت ہیں، اور حقیقت وہی ہے جو انہوں نے بیان کی، اس لئے کہ خانیہ میں ہے، صاحبین کا قول لیا جائے گا، اور یہ بھی ہے صاحبین

ف: الترجيح لقول الامام اى بلا خلاف اذا خالفا وتخالفا۔

[112] شرح العقود رسم المفتی بحوالہ الحاوی القدسی رسالہ من رسائل ابن عابدین ، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۶

قولھا یختار قولھما وقول السراجیة وغیرھا وصاحباہ فی جانب قال واما اذا خالفاہ واتفقا علی جواب واحد حتی صار ھو فی جانب وھما فی جانب فقیل یترجع قولہ ایضا وھذا قول الامام عبداللّٰہ بن المبارك وقیل یتخیر المفتی وقول السراجیة والاول اصح اذالم یکن المفتی مجتھدا یفید اختیار القول الثانی ان کان المفتی مجتھدا ومعنی تخییرہ انہ ینظر فی الدلیل فیفتی بما یظھر لہ ولا یتعین علیہ قول الامام وھذا الذی صححہ فی الحاوی ایضا بقولہ والا صح ان العبرۃ لقوۃ الدلیل لان اعتبار قوۃ	کا قول اختیار ہوگا اور سراجیہ وغیرہا میں ہے کہ اور صاحبین ایک طرف ہوں۔[113] علامہ شامی آگے لکھتے ہیں لیکن جب صاحبین امام کے مخالف ہوں اور باہم ایک حکم پر متفق ہوں یہاں تک کہ امام ایک طرف ہوگئے ہوں اور صاحبین ایک طرف، تو کہا گیا کہ اس صورت میں قول امام کو ہی ترجیح ہوگی، یہ امام عبداللّٰہ بن مبارک کا قول ہے، اور کہا گیا کہ مفتی کو اختیار ہوگا، اور سراجیہ کا کلام "اول اصح ہے جب کہ مفتی صاحب اجتہاد نہ ہو"۔ یہ مفتی کے مجتہد ہونے کی صورت میں قول ثانی کی ترجیح کا افادہ کر رہا ہے، تخییر مفتی کا معنی یہ ہے کہ دلیل میں نظر کرنے کے بعد اس پر جو منکشف ہو اسی پر فتوی دے گا ور اس پر قول امام کی پابندی متعین نہ ہوگی اسی کی حاوی میں تصحیح کی ہے، ان الفاظ سے "اصح یہ ہے کہ اعتبار قوت دلیل کا ہوگا اس لئے کہ قوت دلیل کا اعتبار

[113] خانیہ کی دونوں عبارت اس صورت سے مقید ہے جب صاحبین ہم رائے ہونے کے ساتھ خلاف امام ہوں اور ان کا یہ اختلاف اصحاب ستہ کی صورتوں میں سے تغیر زماں و عرف کی حالت میں ہو اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب اصحاب ستہ کی بناء پر اختلاف نہ ہو اور صاحبین مخالف امام ہونے کے ساتھ ایک رائے پر نہ ہوں تو ان کا قول نہیں لیا جائے گا بلکہ قول امام کا اتباع ہوگا۔ اسی طرح سراجیہ وغیرہ میں تخییر مفتی کا حکم اسی صورت میں مذکور ہے جب صاحبین ایک ساتھ ہوں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر مخالفت امام کے ساتھ ان میں باہم اتفاق نہ ہو تو مفتی کے لئے تخییر نہیں بلکہ قول امام ہی کی پابندی ہے ۱۲م محمد احمد مصباحی۔

الدلیل شأن المفتی المجتهد فصار فیما اذا خالفه صاحباه ثلاثة اقوال(۱) الاول اتباع قول الامام بلا تخییر (۲)الثانی التخییر مطلقا (۳) الثالث وهو الاصح التفصیل بین المجتهد وغیره وبه جزم قاضی خان کما یأتی والظاهر ان هذا توفیق بین القولین بحمل القول باتباع قول الامام علی المفتی الذی هو غیر مجتهد وحمل القول بالتخییر علی المفتی المجتهد اھ[114] ثم قال وقد علم من هذا انه لاخلاف فی الاخذ بقول الامام اذا وافقه احدهما ولذا قال الامام قاضی خان وان کانت المسئلة مختلفا فیها بین اصحابنا[115] الٰی آخر ماقدمنا عنها۔ فقد اعترف رحمه الله تعالٰی بالصواب فی جمیع تلك الابواب غیر انه استدرك علی هذا الفصل	کرنا مفتی مجتہد ہی کا کام ہے، تو صاحبین کے مخالف امام ہونے کی صورت میں تین قول ہوگئے: **اول** یہ کہ بلا تخییر قول امام ہی کا اتباع ہوگا **دوم** یہ کہ مطلقاً تخییر ہوگی **سوم**، اور وہی اصح ہے، یہ کہ مجتہد اور غیر مجتہد کے درمیان تفریق ہے (مجتہد کے لئے تخییر، غیر کے لئے پابندی امام) اسی پر امام قاضی خاں نے بھی جزم کیا جیسا کہ آرہا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ پہلے دونوں قولوں میں تطبیق ہے اس طرح کہ اتباع امام والے قول کو اس مفتی پر محمول کیا جو غیر مجتہد ہو اور تخییر والے قول کو اس مفتی پر محمول کیا جو مجتہد ہو، اھ آگے فرمایا، اس سے معلوم ہوگیا کہ صاحبین میں سے کسی ایک کے موافق امام ہونے کی صورت میں قول امام کی پابندی کے حکم میں کوئی اختلاف نہیں اسی لئے امام قاضی خاں نے فرمایا اگر مسئلہ میں ہمارے ائمہ کے درمیان اختلاف ہے یہاں سے آخر عبارت تک جو ہم پہلے (نص ٦ کے تحت) نقل کر آئے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام ابواب و ضوابط میں درستی وصواب کے معترف ہیں سوا اس کے کہ اس اخیر حصے پر یوں استدراک

[114] شرح العقود رسم المفتی بحوالہ الحاوی القدسی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۶،۲۷

[115] شرح العقود رسم المفتی بحوالہ الحاوی القدسی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۶،۲۷

الاخیر بقوله لکن قدمنا ان ما نقل عن الامام من قوله اذا صح الحدیث فهو مذهبی محمول علی مالم یخرج عن المذهب با لکلیة کما ظهر لنا من التقریر السابق ومقتضاه جواز اتباع الدلیل وان خالف ما وافقه علیه احد صاحبیه ولهذا قال فی البحر عن التتارخانیة اذاکان الامام فی جانب وهما فی جانب خیر المفتی وان کان احدهما مع الامام اخذ بقو لهما الا اذا اصطلح المشائخ علی القول الاٰخر فیتبعهم کما اختار الفقیه ابو اللیث قول زفرفی مسائل[116] انتهی۔ و[۲۵]قال فی رسالته المسماة رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء لایرجح قول صاحبیه او احدهما علی قوله الا لموجب وهو ا ما ضعف دلیل الامام واما للضرورة والتعامل کترجیح قولهما فی المزارعة والمعاملة	فرمایا ہے لیکن ہم پہلے بتا چکے کہ امام سے نقل شدہ ان کا ارشاد "جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے" اس پر محمول ہے جو مذہب سے بالکلیہ خارج نہ ہو، جیسا کہ تقریر سابق سے ہم پر منکشف ہوا۔ اور اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ دلیل کا اتباع اس صورت میں بھی جائز ہے جب دلیل امام کے ایسے قول کے مخالف ہو جس پر صاحبین میں سے کوئی ایک، حضرت امام کے موافق ہوں۔ اسی لئے بحر میں تاتارخانیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب امام ایک طرف ہوں اور صاحبین دوسری طرف تو مفتی کو تخییر ہے اور اگر صاحبین میں سے ایک، امام کے ساتھ ہوں تو ان ہی دونوں حضرات (امام اور ایک صاحب) کا قول لیا جائے گا مگر جب کہ قول دیگر پر مشائخ کا اتفاق ہو جائے تو حضرات مشائخ کا اتباع ہوگا۔ جیسا کہ فقیہ ابو اللیث نے چند مسائل میں امام زفر کا قول اختیار کیا ہے۔ **(۲۵)**علامہ شامی اپنے رسالہ "رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء" میں رقم طراز ہیں صاحبین یا ایک کے قول کو قول امام پر ترجیح نہ ہوگی مگر کسی موجب کی وجہ سے۔ وہ یا تو دلیل امام کا ضعف ہے، یا ضرورت اور تعامل جیسے مزارعت ومعاملت میں قول صاحبین

[116] شرح العقود رسم المفتی بحوالہ الحاوی القدسی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۷

واما لان خلافهما له بسبب اختلاف العصر و الزمان وانه لوشاهد ما وقع فی عصرهما لوافقهما كعدم القضاء بظاهر العدالة ويوافق ذلك ما قاله[۲۶] العلامة المحقق الشیخ قاسم فی تصحیحه فذكر ماقدمنا من كلامه فی توضیح مرامه وفیه ان الا خذ بقوله الافی مسائل یسیرة اختار والفتوی فیها علی قولهما اوقول احدهما وانكان الاٰخر مع الامام[117] اه وهو محل استشهاده۔ **اقول** : قد علمت ف ان كلام العلامة قاسم فیما یخالف فیه قولهم الصوری جمیعا فضلا عما اذا خالف احدهم	کی ترجیح یا یہ ہے کہ صاحبین کی مخالفت عصر و زمان کے اختلاف کے باعث ہے اگر امام بھی اس کا مشاہدہ کرتے جو صاحبین کے دور میں رونما ہوا تو ان کی موافقت ہی کرتے۔ جیسے ظاہر عدالت پر فیصلہ نہ کرنے کا مسئلہ۔ اسی کے مطابق وہ بھی ہے جو علامہ محقق شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں فرمایا اس کے بعد ان کا وہ کلام ذکر کیا ہے جو ہم مقصود کلام کی توضیح میں پہلے نقل کر آئے ہیں، اس میں یہ عبارت بھی ہے ہر جگہ امام ہی کا قول لیا گیا ہے مگر صرف چند مسائل ہیں جن میں ان حضرات نے صاحبین کے قول پر، یا صاحبین میں سے کسی ایک کے قول پر۔ اگرچہ دوسرے صاحب، امام کے ساتھ ہوں۔ فتوی اختیار کیا ہے اھ۔ یہی حصہ یہاں علامہ شامی کا محل استشہاد ہے (کلام بالا سے مطابقت کے ثبوت میں یہی عبارت وہ پیش کرنا چاہتے ہیں) **اقول** : یہ معلوم ہو چکا کہ علامہ قاسم کا کلام مذکور اس صورت سے متعلق ہے جو ان سبھی حضرات کے قول صوری کے بر خلاف ہو، کسی ایک کے بر خلاف ہونا تو درکنار

ف: معروضة علی العلامة ش

[117] شرح العقود رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۷

وکذاکلام[ف1] التاترخانیة فانه انما استثنی مااجمع فیه المرجحون علی خلاف الامام ومن معه من صاحبیه ولا یوجد قط الا فی احد الوجوه الستة وح[ف2] لا یتقید بوفاق احد من الائمة الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم الا تری[ف3] الی ذکر اختیار قول زفر۔	یہی حال کلام تاتار خانیہ کا بھی ہے۔ کیوں کہ اس میں استثنا اس صورت کا ہے جس میں امام اور امام کے ساتھ صاحبین میں جو ہیں دونوں کی مخالفت پر مرجحین کا اجماع ہو۔ اور اس صورت کا سوا ان چھ صورتوں کے کبھی وجود ہی نہ ہوگا اس صورت کے لئے یہ قید بھی نہیں کہ تینوں ائمہ میں سے کسی ایک کے موافق ہی ہو دیکھ لیجئے ایسی صورت میں تینوں ائمہ کو چھوڑ کر امام زفر کا قول اختیار کرنے کا ذکر گزر چکا ہے۔
اما حدیثا اذا صح الحدیث[ف4] وضعف الدلیل[ف5] فشاملان ما یخالف الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم الا تری ان الامام الطحاوی خالفهم جمیعا فی عدة مسائل منها تحریم الضب والمحقق حیث اطلق فی تحریم حلیلة الاب والابن رضاعا فکیف یخص الکلام بما اذا وافقه احدهما دون الاٰخر۔	اب رہا اذا صح الحدیث اور ضعیف دلیل کا معاملہ تو یہ دونوں بھی اس صورت کو شامل ہیں جو تینوں ہی ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بر خلاف ہو دیکھئے امام طحاوی نے متعدد مسائل میں ان سبھی حضرات کی مخالفت کی ہے ان ہی میں سے حرمت ضب (ایک جانور) کا مسئلہ ہے۔ اور محقق علی الاطلاق نے رضاعی باپ اور رضاعی بیٹے کی بیوی کی حرمت میں سب کی مخالفت کی ہے۔ تو کلام اسی صورت سے خاص کیوں رکھا جائے جس میں صاحبین میں سے کوئی ایک موافق امام ہوں؟

ف1: معروضة علیه

ف2: معروضة علیه

ف3: معروضة علیه

ف4: معروضة علیه

ف5: معروضة علیه

فان قلت اذا وافقاہ فلا خلاف عندنا ان المجتھد فی مذھبھم لایسعہ مخالفتھم فلاجل ھذا الاجماع یخص الحدیثان بما اذا خالفہ احدھما۔ **قلت** کذا لا خلاف فیہ عندنا اذا کان معہ احد صاحبیہ رضی اللہ تعالٰی عنھم کما اعترفتم بہ تصریحا۔	**اگر یہ کہئے**: کہ جب صاحبین موافق امام ہوں تو ہمارے یہاں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ مجتہد فی المذہب کے لئے ان حضرات کی مخالفت روانہیں اسی اجماع کی وجہ سے اذا صح الحدیث اور ضعیف دلیل کے معاملے کو اس صورت سے خاص رکھا جائے گا جس میں صاحبین میں سے کوئی ایک مخالف امام ہوں۔ **تو میں کہوں گا**: اسی طرح ہمارے یہاں اس بارے میں اس صورت میں بھی کوئی اختلاف نہیں جب صاحبین میں سے کوئی ایک موافق امام ہوں جیسا کہ آپ نے صراحۃ اس کا اعتراف کیا۔

[الحاصل تفصیل بالا سے یہی ثابت ہوا کہ **اذا صح الحدیث** اور ضعف دلیل والی صورتوں میں مجتہد کے لئے جواز ہے کہ وہ اپنی دستیاب حدیث اور اپنی نظر میں قوی دلیل کی رو سے تینوں ائمہ کے خلاف جاسکتا ہے۔ لیکن اس تحقیق پر یہ اعتراض ضرور پڑے گا کہ اس کے لئے تینوں حضرات کی مخالفت کا جواز کیسے ہو سکتا ہے جبکہ علماء نے بالاتفاق یہ قاعدہ رکھا ہے کہ جب تینوں ائمہ متفق ہوں یا امام کے ساتھ صاحبین میں سے کوئی ایک متفق ہوں تو ان کے اتباع سے قدم باہر نکالنے کی گنجائش نہیں۔ یہ اجماع مطلقاً مجتھد اور غیر مجتھد دونوں کے حق میں ہے۔ اختلاف ہے تو اس صورت میں جبکہ صاحبین باہم متفق اور امام کے مخالف ہوں اگر وہ تحقیق درست ہے تو اس اجماعی ممانعت کا معنی کیا ہے؟ اور اس کھلے ہوئے تضاد کا حل کیا ہے؟۔۔۔اسی کا حل رقم کرتے ہوئے امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ آگے فرماتے ہیں ۱۲ مترجم]

فالاوجہ عندی ان معنی نھی المجتھد عنہ نھی المقلد ان یتبعہ فیہ نھیا وفاقیا بخلاف	**تو بہتر جواب اور حل**: میرے نزدیک یہ ہے کہ اس مخالفت سے مجتہد کی ممانعت کا مطلب مقلد کو اس بارے میں مجتہد مخالف کی متابعت سے باز رکھنا ہے (یعنی الفاظ

ما اذا خالفاہ فان فیہ قیلا ان التخییر عام کما سبق فلأن یتبع مرجحا رجح قولھما اولی وربما یلمح الیہ قول المحقق ف حیث اطلق فی مسألۃ الجھر بالتأمین لو کان الی فی ھذا شیئ لوفقت بان روایۃ الخفض یرادبھا عدم القرع العنیف وروایۃ الجھر بمعنی قولھا فی زیر الصوت وذیلہ الخ[118] فلم یمتنع عن ابداء ما عن لہ وعلم انہ لا یتبع علیہ فقال لوکان الی شیئ واللہ تعالٰی اعلم۔	تو یہ ہیں کہ مجتہد مخالفت نہ کرے مگر مقصود یہ ہے کہ مقلد ایسی مخالفت کی پیروی نہ کرے۔ رہا مجتہد تو جب اس کے خیال میں ائمہ ثلاثہ کے خلاف حدیث صحیح موجود ہے ، یا ان کے مذہب کے بر خلاف قوی دلیل عیاں ہے تو اسے اپنے اجتہاد کو کام میں لانے اور ائمہ کے خلاف جانے سے روکا نہیں جاسکتا۔ اگر اسے روکا گیا ہے تو اس سے مقصود مقلد ہے کہ وہ تینوں یا ان دواماموں کی مخالفت کی صورت میں اس مجتہد کی پیروی نہ کرے ۱۲مترجم) بخلاف اس صورت کے جس میں صاحبین باہم متفق اورامام کے مخالف ہوں (کہ اس میں مقلد کے لئے مجتہد مخالف کی پیروی سے بالاجماع ممانعت نہیں) کیونکہ اس صورت میں ایک قول یہ بھی ہے کہ تخییر عام ہے۔ یعنی مجتہد وغیر مجتہد ہر ایک کو مخالفت کا اختیار ہے، جیسا کہ گزرا، تو اگر مقلد کسی ایسے مرجح کی پیروی کرلے جن نے قول صاحبین کو ترجیح دی ہو تو بدرجہ اولی اس کا اسے اختیار ہوگا۔

اس کا کچھ اشارہ آمین بالجہر کے مسئلے میں محقق علی الاطلاق کے اس کلام میں بھی جھلکتا ہے ، وہ فرماتے ہیں : اگر اس بارے میں مجھے کچھ اشارہ ہوتا تو یوں تطبیق دیتا کہ آہستہ کہنے والی روایت سے مراد یہ ہے کہ

ف **فائدہ:** امام محقق علی الاطلاق نے باوصف مرتبہ اجتہاد مسئلہ جہر آمین میں مخالفت مذہب کی جراءت نہ کی اور فرمایا مجھے کچھ اختیار ہوتا تو میں یوں دونوں قولوں میں اتفاق کراتا کہ نہ زور سے ہو نہ بالکل آہستہ مسلمانو ! انصاف، ان اکابر کی تو یہ کیفیت، اور جاہلان بے تمیز کہ ان اکابر کا کلام بھی نہ سمجھ سکیں وہ امام کے مقابلہ کو تیار۔

[118] فتح القدیر ،کتاب الصلوۃ، باب صفۃ الصلوۃ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵۷

کرخت آواز نہ ہو اور جہر والی کی روایت کا معنی یہ ہے کہ آواز کے انداز اور اور آواز کے ذیل میں ادا کرے یہاں محقق علیہ الرحمہ اپنی رائے کے اظہار سے باز نہ رہے اور انہیں معلوم تھا کہ اس بارے میں ان کی متابعت نہ ہو گی اس لئے یہ بھی فرمایا کہ "اگر مجھے کچھ اختیار ہوتا"۔ واللہ تعالٰی اعلم!

ومجیئ النھی علی ھذا ف الاسلوب غیر مستنکر ان یتوجہ الی احد والمقصود بہ غیرہ قال تعالٰی .....مَنْ...بِھَا[119] وقال عزوجل ....[120] ای لا تقبل صدہ و لا تنفعل با ستخفافھم واللہ تعالٰی اعلم۔	اور اس طرز پر نہیں آنا کہ توجہ کسی کی جانب ہو اور مقصود کوئی اور ہو، کوئی اجنبی ونامعروف چیز نہیں باری تعالٰی کا ارشاد ہے "تو ہر گز تجھے اس کے (قیامت کے) ماننے سے وہ نہ روکے جو اس پر ایمان نہیں لاتا" اور رب عزوجل کا فرمان ہے: "اور تمہیں سبک نہ کردیں وہ جو یقین نہیں رکھتے" پہلی آیت میں نہی ان کے لئے ہے جو ایمان نہیں رکھتے مگر" مقصود یہ ہے کہ ان کی رکاوٹ تم قبول نہ کرو" اسی طرح دوسری آیت میں کہ وہ سبک نہ کریں اور مقصود یہ ہے کہ "تم ان کے استخفاف کا اثر نہ لو"
وفی ۲۷ کتاب التجنیس والمزید للامام الاجل صاحب الھدایۃ ثم ط من اوقات الصلوۃ الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال اھ[121]	(۲۷) امام بزرگ صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس والمزید پھر طحطاوی اوقات الصلاۃ میں ہے میرے نزدیک واجب یہ ہے کہ ہر حال میں امام ابو حنیفہ کے قول پر فتوی دیا جائے۔اھ

ف: قد ینھی زید والمقصود نھی عن غیرہ۔

[119] القرآن ۲۰/۱۶

[120] القرآن ۳۰/۶۰

[121] حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار بحوالہ التجنیس کتاب الصلوۃ المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/۱۷۵

وفی ط منھا قد تعقب [۲۸] نوح افندی ماذکر فی الدرر من ان الفتوی علی قولھما (ای فی الشفق) بانہ لایجوز [ف۱] الاعتماد علیہ لانہ لایرجع قولھما علی قولہ الالموجب من ضعف دلیل او ضرورۃ او تعامل او اختلاف زمان[122] اھ	**(۲۸)** طحطاوی اوقات الصلاۃ میں یہ بھی ہے: درر میں جو ذکر کیا ہے کہ شفق کے بارے میں فتوی قول صاحبین پر ہے، کہ اس پر علامہ نوح آفندی نے یہ تعاقب کیا ہے کہ: اس پر اعتماد جائز نہیں اس لئے کہ قول امام پر قول صاحبین کو ترجیح نہیں دی جاسکتی مگر ضعف دلیل، یا ضروت، یا تعامل، یا اختلاف زمان جیسے کسی موجب کے سبب۔ اھ
ومر رد [۲۹] المحقق حیث اطلق علی المشائخ فتوٰھم بقولھما فی مواضع من کتابہ وانہ قال لا یعدل عن قولہ الا لضعف دلیلہ[123] اھ	**(۲۹)** یہ گزر چکا کہ محقق علی الاطلاق نے قول صاحبین پر افتا کے باعث مشائخ پر اپنی کتاب کے متعدد مقامات پر رد کیا ہے اور انہوں نے فرمایا کہ قول امام سے عدول نہ ہوگا سوا اس صورت کے کہ اس کی دلیل کمزور ہو۔ اھ
وقد [۳۰] نقلہ ش واقرہ کالبحر [۳۱]	**(۳۰-۳۱)** اسے علامہ شامی نے بھی بحر کی طرح نقل کیا ہے اور برقرار رکھا ہے۔
اقول ولم یستثن ما سواہ لما علمت ان ذلك عین العمل بقول الامام لاعدول عنہ فمن [ف۲] استثناھا	**اقول:** محقق علی الاطلاق نے ضعف دلیل کی صورت کے علاوہ اور کسی صورت کا استثنا نہ کیا اس کی وجہ معلوم ہوچکی ہے اور صورتوں میں

ف۱ مسئلہ: دربارہ وقت عشا جو قول صاحبین پر بعض نے فتوی دیا علامہ نوح نے فرمایا اس پر اعتماد جائز نہیں۔

ف۲: توفیق نفیس من المصنف بین عبارات الائمۃ فی تقدیم قول الامام المختلفۃ ظاھرا۔

[122] حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار بحوالہ التجنیس کتاب الصلوۃ المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/۱۷۵

[123] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۴

کالخانیة والتصحیح وجامع الفصولین والبحر والخیر ورفع الغشاء ونوح وغیرهم نظر الی الصورة ومن ترك نظر الی المعنی فان استثنی ضعف الدلیل کالمحقق فنظره الی المجتهد وان لم یستثن شیئا کالامام صاحب الهدایة والامام الاقدم عبدالله بن المبارك فقوله ماش علی ارساله فی حق المقلد۔

فظهر ولله الحمد ان الکل انما یرمون عن قوس واحدة ویرومون جمیعا ان المقلد لیس له الا اتباع الامام فی قوله الصوری ان لم یخالفه قوله الضروری والا ففی الضروری

وفی [۳۲]شرح العقود رأیت فی [۳۳]بعض کتب المتأخرین نقلا عن [۳۴] ایضاح الاستدلال علے ابطال الا ستبدال لقاضی القضاۃ شمس الدّین الحریری احد شراح الهدایة ان [۳۵]صدر الدین سلیمن قال ان هذه الفتاوی هی اختیارات المشائخ فلا تعارض کتب المذهب

در اصل بعینہٖ قول امام پر عمل ہے جس سے عدول نہیں ہو سکتا تو جن حضرات نے استثنا کیا ہے جیسے خانیہ ، تصحیح ، جامع الفصولین ، بحر ، خیر ، رفع الغشاء ، علامہ نوح وغیر ہم ۔ انہوں نے ظاہر صورت پر نظر کی ہے۔ اور جنہوں نے استثناء نہیں کیا انہوں نے معنی کا لحاظ کیا ہے ۔ پھر اگر ضعف دلیل کا استثنا کر دیا۔ جیسے محقق علی الاطلاق نے اس میں مجتہد کا اعتبار کیا ہے ۔ اور اگر کچھ بھی استثنا نہ کیا جیسے امام صاحب ہدایہ اور امام اقدم عبداللہ بن مبارک تو یہ مقلد کے حق میں حکم اطلاق پر جاری ہے۔

بحمدہ تعالی اس تفصیل و تطبیق سے روشن ہوا کہ سبھی حضرات ایک ہی کمان سے نشانہ لگا رہے ہیں اور سب کا یہ مقصود ہے کہ مقلد کے لئے صرف اتباع امام کا حکم ہے یہ اتباع امام کے قول صوری کا ہوگا اگر قول ضروری اس کے خلاف نہ ہو ، ورنہ قول ضروری کا اتباع ہوگا۔

(۳۲۔۔۔۔۳۶) [۳۲]شرح عقود میں ہے میں نے [۳۳]بعض کتب متاخرین میں قاضی القضاۃ شمس الدین حریری شارح ہدایہ کی کتاب "[۳۴]ایضاح الاستدلال علی ابطال الاستبدال" سے منقول یہ دیکھا کہ [۳۵]صدر الدین سلیمان نے فرمایا ان فتاوی کی حیثیت یہی ہے کہ یہ مشائخ کی ترجیحات اور ان کے اختیار کردہ اقوال واحکام ہیں تو یہ کتب مذہب کے مقابل نہیں ہو سکتے"

قال وکذا ۳۶ کان یقول غیرہ من مشائخنا وبہ اقول[124] اھ وتقدم قول الخیر ۳۷ ثم ش ۳۸ المقرر عندنا انہ لایفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم الا لضرورۃ وان صرح المشائخ ان الفتوی علی قولھما[125] اھ	فرماتے ہیں کہ یہی بات ہمارے دوسرے شیوخ بھی فرماتے اور میں بھی اسی کا قائل ہوں۔ (۳۷۔۔۳۸) ۳۷ خیریہ پھر ۳۸ شامی کا کلام گزر چکا کہ ہمارے نزدیک مقرر اور طے شدہ یہی ہے کہ صورت ضرورت کے سوا فتوی اور عمل امام اعظم ہی کے قول پر ہوگا۔ اگرچہ مشائخ تصریح فرمائیں کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے۔ اھ
وایضا قول ۳۹ البحر ثم ش ۴۰ یجب الافتاء بقول الامام وان لم یعلم من این قال[126] اھ	(۳۹۔۔۴۰) ۳۹ بحر پھر ۴۰ شامی کا یہ کلام بھی گزر چکا کہ قول امام پر ہی افتا واجب ہے اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ ان کا ماخذ اور دلیل کیا ہے۔ اھ
وفی ۴۱ ردالمحتار قد قال فی ۴۲ البحر لایعدل عن قول الامام الی قولھما او قول احدھما الالضرورۃ من ضعف دلیل او تعامل بخلافہ کالمزارعۃ وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولھما[127] اھ وھکذا اقرہ ۴۳ فی منحۃ الخالق۔	(۴۱۔۔۴۲) ۴۱ ردالمحتار میں ۴۲ بحر سے نقل ہے قول امام سے قول صاحبین کی جانب ضعف دلیل یا قول امام کے خلاف صورت مزارعت جیسے تعامل کی ضرورت کے سوا عدول نہ ہوگا اگرچہ مشائخ کی صراحت یہ ہو کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اھ علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں بھی اس کلام بحر کو اسی طرح برقرار رکھا ہے۔

[124] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۶

[125] ردالمحتار مطلب اذا تعارض التصحیح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۹، الفتاوی الخیریہ کتاب الشادات دار المعرفۃ بیروت ۲ / ۳۳

[126] البحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶ / ۲۶۹، ردالمحتار اذا تعارض التصحیح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۹

[127] ردالمحتار کتاب الصلوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۴۰

[۴۴] **وفیہ من النکاح قبیل الولی فی مسألۃ دعوی النکاح منہ او منھا ببینۃ الزور وقضاء القاضی بھا عند قول الدر تحل لہ خلافا لھما وفی الشرنبلالیۃ عن المواھب وبقولھما یفتی**[128] **ما نصہ قال الکمال قول الامام اوجہ قلت وحیث کان الاوجہ فلا یعدل عنہ لما تقرر انہ لایعدل عن قول الامام الا لضرورۃ او ضعف دلیلہ کما اوضحناہ فی منظومۃ رسم المفتی و شرحھا**[129] **اھ**	**(۴۴)** در مختار کتاب النکاح میں باب الولی سے ذرا پہلے یہ مسئلہ ہے کہ مرد یا عورت نے دعوی کیا کہ اس سے میرا نکاح ہو چکا ہے اس دعوے پر جھوٹے گواہ بھی پیش کر دئے اور قاضی نے ثبوت نکاح کا فیصلہ بھی کر دیا تو عورت اس مرد کے لئے حلال ہو جائے گی اور صاحبین کے قول پر حلال نہ ہو گی شرنبلالیہ میں مواھب کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے۔ اس کے تحت ردالمحتار میں یہ کلام ہے کمال نے فرمایا قول امام اوجہ ہے (بہتر وبادلیل ہے) میں کہتا ہوں جب قول امام اوجہ ہے تو اس سے عدول نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ امر طے شدہ ہے کہ ضرورت یا قول امام کی دلیل ضعیف ہونے کے سوا اور کسی حال میں قول امام سے عدول نہ ہوگا جیسا کہ منظومہ رسم المفتی اور اس کی شرح میں ہم واضح کر چکے ہیں۔
[۴۵] **وفیہ من ھبۃ المشاع حیث علمت انہ ظاھر الروایۃ ونص علیہ محمد و رووہ عن ابی حنیفۃ ظھر انہ الذی علیہ العمل وان صرح بان المفتی بہ خلافہ**[130] **اھ**	**(۴۵)** اسی (ردالمحتار) میں ہبہ مشاع کے بیان میں ہے جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہی ظاہر الروایہ ہے، اسی پر امام محمد کا نص ہے اور اسی کو ان حضرات نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے تو ظاہر ہو گیا کہ عمل اسی پر ہوگا اگرچہ یہ صراحت کی گئی ہو کہ مفتی بہ اس کے خلاف ہے۔ اھ
ھذہ نصوص العلماء رحمھم اللہ	یہ ہیں علماء کے نصوص اور ان کی تصریحات

128 الدرالمختار، کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱ / ۱۹۰

129 ردالمحتار، کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ / ۲۹۴

130 ردالمحتار، کتاب الھبہ مطبع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴ / ۵۱۱

تعالٰی و رحمنا بھم وھی کما تری کلھا موافقۃ لما فی البحر ولم یتعقبه فیما علمت الا عالمان متأخران کل منھما عاب وأب وانکر واقر وفارق و رافق وخالف و وافق وھما العلامۃ خیر الرملی والسید الشامی رحمھما اللّٰه تعالٰی ولا عبرۃ بقولٍ مضطرب۔ وقد علمت ان لا نزاع فی سبع صور انما ورد خلاف ضعیف فی الثامن وھی ما اذا خالفه صاحباه متوافقین علی قول واحد ولم یتفق المرجحون علی ترجیح شیئ منھما فعند ذاك جاء قیل ضعیف مجھول القائل بل مشکوك الثبوت"ان المقلد یتبع ماشاء منھما"والصحیح المشھور المعتمد المنصور انه لایتبع الاقول الامام والقولان کما تری مطلقان مرسلا ن لانظر فی شیئ منھما لترجیح	اللہ تعالٰی ان پر رحمت نازل فرمائے اور ان کے طفیل ہم پر بھی رحمت فرمائے۔آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ تمام نصوص کلام بحر کے موافق ہیں اور میرے علم میں کسی نے بھی اس پر کوئی تعاقب نہ کیا سوا دو متاخر عالموں کے ، دونوں حضرات میں سے ہر ایک نے عیب بھی لگایا اور رجوع بھی کیا، انکار بھی کیا اور اقرار بھی ، مفارقت بھی کی اور مرافقت بھی مخالفت بھی اور موافقت بھی یہ ہیں علامہ خیر الدین رملی اور سید امین الدین شامی رحمہما اللہ تعالٰی ، اور کسی مضطرب کلام کا یوں ہی کوئی اعتبار نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوچکا کہ اس مسئلہ کی سات صورتوں میں کوئی نزاع نہیں ،ایک ضعیف اختلاف صرف آٹھویں صورت میں آیا ہے۔ وہ صورت یہ ہے کہ صاحبین باہم ایک قول پر متفق ہوتے ہوئے امام کے خلاف ہوں اور مرجحین دونوں قولوں میں سے کسی کی ترجیح پر متفق نہ ہوں ، بس اسی صورت میں ایک ضعیف قول آیا ہے جس کے قائل کا پتا نہیں ، بلکہ اس کے وجود میں بھی شبہ ہے ، وہ قول یہ ہے کہ مقلد دونوں میں سے جس کی چاہے پیروی کرے ، صحیح مشہور معتمد منصور قول یہ ہے کہ مقلد قول امام کے سوا کسی کی پیروی نہ کرے ، یہ دونوں قول جیسا کہ آپ کے سامنے ہے ، مطلق اور ہر طرح کی قید سے آزاد ہیں۔ کسی میں ترجیح یا عدم ترجیح کا

او عدمہ۔ لکن المحقق الشامی اختار لنفسہ مسلکا جدیدا لا اعلم لہ فیہ سندا سدیدا و ھو ان المقلد لالہ التخییر ولا علیہ التقیید بتقلید الامام بل علیہ ان یتبع المرجحین۔ قال فی صدر ردالمحتار قول السراجیۃ الاول اصح اذا لم یکن المفتی مجتھدا فھو صریح فی ان المجتھد یعنی من کان اھلًا للنظر فی الدلیل یتبع من الاقوال ماکان اقوی دلیلا والا اتبع الترتیب السابق وعن ھذا تراھم قدیرجحون قول بعض اصحابہ علی قولہ کما رجحوا قول زفر وحدہ فی سبع عشرۃ مسألۃ فنتبع مارجحوہ لانھم اھل النظر فی الدلیل [131]اھ وقال فی قضائہ لا یجوز لہ مخالفۃ الترتیب المذکور	کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا ہے (ضعیف میں مطلقًا اختیار دیا گیا ہے اور صحیح میں مطلقًا پابند امام رکھا گیا ہے) لیکن محقق شامی نے اپنے لئے ایک نیا مسلک اختیار کیا ہے جس کی کوئی صحیح سند میرے علم میں نہیں وہ مسلک یہ ہے کہ مقلد کو نہ اختیار ہے نہ تقلید امام کی پابندی بلکہ اس پر یہ ہے کہ مرجحین کی پیروی کرے ردالمحتار کے شروع میں لکھتے ہیں سراجیہ کی عبارت "اول اصح ہے جب کہ وہ صاحب اجتہاد نہ ہو"، اس بارے میں صریح ہے کہ مجتہد یعنی وہ جو دلیل میں نظر کا اہل ہو، اس قول کی پیروی کرے گا جس کی دلیل زیادہ قوی ہو ورنہ ترتیب سابق کا اتباع کرے گا۔ اسی لئے دیکھتے ہو کہ مرجحین بعض اوقات امام صاحب کے کسی شاگرد کے قول کو ان کے قول پر ترجیح دیتے ہیں جیسے سترہ مسائل میں تنہا امام زفر کے قول کو ترجیح دی ہے تو ہم اسی کی پیروی کریں گے جسے ان حضرات نے ترجیح دے دی کیوں کہ وہ دلیل میں نظر کے اہل تھے۔اھ اور ردالمحتار کتاب القضاء میں لکھا: اس کے لئے ترتیب مذکور کی مخالفت جائز نہیں

[131] ردالمحتار مطلب رسم المفتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۸

الا اذا کان له ملکة یقتدر بها علی الاطلاع علی قوة المدرك وبهذا رجع القول الاول الی ما فی الحاوی من ان العبرة فی المفتی المجتهد لقوة المدرك نعم فیه زیادة تفصیل سکت عنه الحاوی فقد اتفق القولان علی ان الاصح هو ان المجتهد فی المذهب من المشائخ الذین هم اصحاب الترجیح لایلزمه الاخذ بقول الامام علی الاطلاق بل علیه النظر فی الدلیل وترجیح مارجح عنده دلیله ونحن نتبع ما رجحوه واعتمدوه کمالو افتوا فی حیاتهم کما حققه الشارح فی اول الکتاب نقلا عن العلامة قاسم ویأتی قریبا عن الملتقط انه ان لم یکن مجتهدا فعلیه تقلیدهم واتباع رأیهم فاذا قضی بخلافه لا ینفذ حکمه وفی فتاوٰی ابن الشلبی لایعدل عن قول الامام الا اذا صرح احد من المشائخ بان الفتوی علی قول غیره وبهذا سقط ما بحثه فی البحر من ان علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ

مگر جب کہ اسے ایسا ملکہ ہو جس سے قوت دلیل پر وہ آگاہ ہونے کی قدرت رکھتا ہے، اسی سے پہلے قول کامال وہی ٹھہرا جو حاوی میں ہے کہ صاحب اجتہاد مفتی کے حق میں قوت دلیل کا اعتبار ہے۔ ہاں اس میں کچھ مزید تفصیل ہے جس سے حاوی نے سکوت اختیار کیا۔ تو دونوں قول اس پر متفق ہوگئے کہ اصحاب ترجیح مشائخ میں سے مجتہد فی المذہب پر مطلقًا قول امام لینا ضروری نہیں بلکہ اس کے ذمہ یہ ہے کہ دلیل میں نظر کرے اور جس قول کی دلیل اس کے نزدیک راجح ہو اس سے ترجیح دے، اور ہمیں اس کی پیروی کرنا ہے جسے ان حضرات نے ترجیح دے دی اور جس پر اعتماد کیا جیسے وہ اگر اپنی حیات میں کہیں فتوے دیتے تو یہی ہوتا جیسا کہ شروع کتاب میں علامہ قاسم سے نقل کرتے ہوئے شارح نے اس کی تحقیق کی ہے، اور آگے ملتقط کے حوالے سے آرہا ہے کہ اگر قاضی صاحب اجتہاد نہ ہو تو اسے مرجحین کی تقلید اور ان کی رائے کا اتباع کرنا ہے اس کے خلاف فیصلہ کردے تو نافذ نہ ہوگا، اور فتاوی ابن الشلبی میں ہے کہ قول امام سے عدول نہ ہوگا مگر اس صورت میں جب کہ مشائخ میں سے کسی نے یہ تصریح کردی ہو کہ فتوی کسی اور کے قول پر ہے، اسی سے بحر کی یہ بحث ساقط ہوجاتی ہے کہ ہمیں قول امام پر ہی فتوی دینا ہے اگرچہ مشائخ نے اس کے خلاف

بخلافه[132] اھ **اقول اولا** ف۱ ھذا کما تری قول مستحدث۔ **وثانیا** ف۲ زاد احداثا باتباع الترجیح المخالف لاجماع ائمتنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنھم وقد سمعت صرائح النصوص علی خلافه نعم نتبع القول الضروری حیث کان وجد مع ترجیح او لا بل ولو وجد الترجیح بخلافه کما علمت فلیس الاتباع فیه للترجیح بل لقول الامام۔ **وثالثا** فیه ف۳ ذھول عن محل النزاع کما علمت تحریرہ بل فوق ذلك لان ف۴ ماخالف فیه صاحباہ ینقسم الاٰن الی ستة	فتوی دیا ہو۔اھ **اقول اولا:** یہ جیسا آپ دیکھ رہے ہیں ایک نیا قول ہے۔ **ثانیا:** مزید نئی بات یہ بڑھائی کہ اس ترجیح کا بھی اتباع کرنا ہے جو ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اجماع کے بر خلاف ہو، حالاں کہ صریح نصوص اس کے خلاف ہیں، جیسا کہ ملاحظہ کرچکے، ہاں قول ضروری کا ہم اتباع کریں گے جہاں امام کا قول ضروری ہو، خواہ اس کے ساتھ ترجیح ہو یا نہ ہو، بلکہ ترجیح اس کے بر خلاف ہو جب بھی، جیسا کہ معلوم ہوا تو اس میں ترجیح کی پیروی نہیں بلکہ قول امام کی ہے۔ **ثالثا:** محل نزاع جس کی پوری وضاحت آپ کے سامنے گزری یہاں اس سے بھی ذہول ہے بلکہ اور بھی زیادہ ہے اس لئے کہ (محل نزاع صرف وہ صورت ہے) جس میں صاحبین باہم ایک قول پر متفق ہونے کے ساتھ امام کے

ف۱: معروضة علی العلامة ش

ف۲: معروضة علیه

ف۳: معروضة علیه

ف۴: معروضة علیه

[132] ردالمحتار کتاب القضاء مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق داراحیاء التراث بیروت ۴/ ۳۰۲و ۳۰۳

اقسام اما یتفق المرجحون علی ترجیح قوله او قولهما او یکون ارجح الترجحین لکثرة المرجحین او قوة لفظ الترجیح له اولهما او یتساویان فیه او فی عدمه ولا یستا هل لخلاف السید الاالرابع ان یکون ارجح الترجحین لهما فاذن هو عاشر عشرة[عـــه] وقد تعدیٰ الی ماهو اعم من المقسم ایضا وهو اتباع الترجیح سواء خالفه صاحباه او احدهما اولا احد۔ **ورابعاً:** ان کان لهذا القول المحدث اثر فی الزبر کان قول التقلید بتقلید الامام مرجحا علیه و واجب الاتباع بوجوه۔	مخالف ہوں اب اس کی چھ قسمیں ہوں گی ، (۱) مرجحین قول امام کی ترجیح پر متفق ہوں (۲) یا قول صاحبین کی ترجیح پر (گزر چکا کہ یہ صورت نہ کبھی ہوئی نہ ہوگی) (۳) مرجحین کی کثرت یا لفظ ترجیح کی قوت کے باعث دونوں ترجیحوں سے ارجح ، قول امام کے حق میں ہو (۴) یا قول صاحبین کے حق میں ہو (۵) دونوں قول ترجیح میں برابر ہوں (۶) یا عدم ترجیح میں برابر ہوں ، ان میں سے علامہ شامی کے اختلاف کے قابل صرف چوتھی قسم ہے وہ یہ کہ دونوں ترجیحوں میں سے ارجح ، قول صاحبین کے حق میں ہو مگر اب یہ دس[۱] قسموں میں سے دسویں قسم بن جاتی ہے ، اور اس حد تک تعدی ہو جاتی ہے جو مقسم سے بھی اعم ہے وہ یہ کہ بہر حال ترجیح کی پیروی ہو گی خواہ مخالف امام دونوں حضرات ہوں یا ایک ہی ہوں ، یا کوئی بھی مخالف نہ ہو۔ **رابعا:** بالفرض اس نو پیدا قول کا کتابوں میں کوئی نام ونشان ہو جب بھی تقلید امام کی پابندی والا قول اس پر ترجیح یا فتہ اور واجب الاتباع ہوگا۔ اس کی چند وجہیں ہیں۔

عـــه: وہ اس طرح کہ امام کے مخالف صاحبین ہیں یا ایک یا کوئی نہیں (۱۔۔۲) اور ترجیح یا عدم ترجیح میں سب برابر ہیں (۳) اتفاق قول امام کی ترجیح پر ہے (۴) قول صاحبین پر (۵) ایک صاحب کے قول پر (۶) اس پر جو کسی کا قول نہیں (۴۔۔۔۶) کبھی واقع ہوئیں نہ ہونگی (۷) ارجح ترجیحات قول امام کے حق میں ہے۔ (۸) قول صاحبین کے حق میں (۹) ایک صاحب کے حق میں (۱۰) اس کے حق میں جو کسی کا قول نہیں۔ محمد احمد مصباحی

الاول فـــ ۱ انہ قول صاحب الامام الاعظم بحر العلم امام الفقہاء والمحدثین والاولیاء سیدنا عبداللہ بن المبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ ونفعنا ببرکاتہ العظیمۃ فی الدین والدنیا والاٰخرہ فقد فـــ ۲ قال فی الحاوی القدسی ونقلتموہ انتم فی شرح العقود متی لم یوجد فی المسألۃ عن ابی حنیفۃ روایۃ یؤخذ بظاھر قول ابی یوسف ثم بظاھر قول محمد ثم بظاھر قول زفر والحسن وغیرھم الاکبر فالاکبر الی اخر من کان من کبار الاصحاب[133] اھ	وجہ اوّل : یہ امام اعظم کے شاگرد ، بحر علم فقہا ، محدثین اور اولیا کے امام سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول ہے ، خدا ہمیں دین ، دنیا اور آخرت میں ان کی عظیم برکتوں سے فائدہ پہنچائے ، حاوی قدسی میں ہے : اور آپ نے شرح عقود میں اسے نقل بھی فرمایا ہے کہ جب مسئلہ میں امام ابو حنیفہ سے کوئی روایت نہ ملے تو ظاہر قول امام ابو یوسف ، پھر ظاہر قول امام محمد ، پھر ظاہر قول امام زفر و حسن وغیرہم لیا جائے گا (ظاہر سے مراد وہ جو ظاہر الروایہ میں ہو جیسا کہ حاشیہ مصنف میں گزرا ۱۲م) بزرگ تر پھر بزرگ تر ، یوں ہی کبار اصحاب کے آخری فرد تک ۔)
الثانی فـــ ۳ علیہ الجمہور والعمل بما علیہ فـــ ۴ الاکثر[134] کما صرحتم بہ	وجہ دوم : اسی پر جمہور ہیں ، او رعمل اسی پر ہوتا ہے جس پر اکثر ہوں ، جیسا کہ آپ نے

فـــ ۱: معروضۃ علیہ

فـــ ۲ **مسئلہ** : جب کسی مسئلہ میں امام کا قول نہ ملے امام ابو یوسف کے قول پر عمل ہو ، ان کے بعد امام محمد ، پھر امام زفر ، پھر امام حسن بن زیاد وغیرہم مثل امام عبداللہ بن مبارک وامام اسد بن عمرو وامام زاہد ولیث بن سعد وامام عارف داؤد طائی وغیرہم اکابر اصحاب امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اقوال پر عمل ہو۔

فـــ ۳: معروضۃ علیہ

فـــ ۴: العمل بما فیہ الاکثر

133 شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۶

134 رد المحتار باب المیاہ فصل فی البئر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱ / ۱۵۱

فی ردالمحتار والعقود الدریة واکثرنا النصوص علیه فی فتاؤنا وفی فصل القضاء فی رسم الافتاء۔ **الثالث:** ف هوالذی تواردت علیه التصحیحات واتفقت علیه الترجیحات فان وجب اتباعها وجب القول بوجوب تقلید الامام وان خالفه مطلقا وان لم یجب سقط البحث رأسا فانما کان النزاع فی وجوب اتباع الترجیحات فظهر ان نفس النزاع یهدم النزاع وای شیئ اعجب منه۔ **وخامسا:** السید المحقق من الذین زعموا ان العامی لامذهب له وان له ان یقلد من شاء فیما شاء وقد قال فی قضاء المنحة فی نفس هذا البحث نعم ما ذکره المؤلف یظهر بناء علی القول بان من التزم مذهب الامام لایحل له تقلید	خود ردالمحتار اور العقود الدریہ میں اس کی تصریح کی ہے اور ہم نے اس پر اپنے فتاوی اور فصل القضاء فی رسم الافتاء میں بکثرت نصوص جمع کردئے ہیں۔ **وجہ سوم:** یہی وہ قول ہے جس پر تصحیحات کا توارد اور ترجیحات کا اتفاق ہے، تو اگر ترجیحات کا اتباع واجب ہے، تو اس کا قائل ہونا بھی واجب کہ امام کی تقلید ضروری ہے اگرچہ صاحبین مطلقًا ان کے مخالف ہوں۔ اور اگر اتباع ترجیحات واجب نہیں تو سرے سے بحث ہی ساقط ہوگئی، کیونکہ یہ سارا اختلاف، ترجیحات کا اتباع واجب ہونے ہی کے بارے میں تھا، اس سے ظاہر ہوا کہ خود نزاع ہی نزاع کو ختم کردیتا ہے۔ اس سے زیادہ عجیب بات کیا ہوگی؟ **خامسا:** سید محقق ان لوگوں میں سے ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں اور وہ جس بات میں چاہے جس کی چاہے تقلید کرسکتا ہے۔ منحۃ الخالق کی کتاب القضاء میں خود اسی بحث کے تحت لکھتے ہیں، ہاں مولف نے جو ذکر کیا ہے اس قول کی بنیاد پر ظاہر ہے کہ جس نے مذہب امام کا التزام کرلیا اس کے لئے دوسرے کی تقلید جن باتوں پر وہ عمل کرچکا ہے

ف: معروضة علیه

غیرہ فی غیرما عمل بہ وقد علمت ما قدمناہ عن التحریر انہ خلاف المختار[135] اھ۔	ان کے علاوہ میں بھی جائز نہیں ، اور تمہیں معلوم ہے کہ تحریر کے حوالے سے ہم لکھ آئے ہیں کہ یہ قول مختار کے بر خلاف ہے۔
اقول ف۱ وھذا وان کان قیلا باطلا مغسولا قد صرح ببطلانہ کبار الائمۃ الناصحین، وصنف فی ابطالہ زبر فی الاولین والاٰخرین، وقد حدثت منہ فتنۃ عظیمۃ فی الدین، من جھۃ الوھابیۃ الغیر المقلدین، واللہ لایصلح عمل المفسدین۔	**اقول:** یہ اگرچہ ایک باطل وپامال قول تھا، بزرگ ، ناصح وخیر خواہ ائمہ نے اس کے بطلان کی تصریح بھی فرمادی ہے اور اس کے ابطال کے لئے اولین وآخرین میں متعدد کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، اس کی وجہ سے وہابیہ غیر مقلدین کی جانب سے دین میں عظیم فتنہ بھی پیدا ہوا ہے اور خدا مفسدوں کا کام نہیں بناتا۔
ولعمری ھؤلاء المبیحون ف۲ من	یہ جائز کہنے والے علماء خدائے تعالی ان

ف۱ مسئلہ : تقلید شخصی واجب ہے اور یہ بات کہ جس مسئلہ میں جس مذہب پر چاہو عمل کرو باطل ہے، اکابر ائمہ نے اس کے باطل ہونے کی تصریح فرمائی اس کے سبب غیر مقلد وہابیوں کا دین میں ایک بڑا فتنہ پیدا ہوا۔

ف۲ ترجمہ فائدہ جلیلہ : بعض علما بحث کی جگہ لکھ تو گئے ہیں کہ آدمی جس قول پر چاہے عمل کرے مگر یہ بحث ہی تک کہنے کی بات ہے، دل ان کے بھی اسے پسند نہیں کرتے بلکہ برا جانتے ہیں جابجا جس کسی مسئلہ میں بے قیدی عوام کا اندیشہ سمجھتے ہیں صاف فرمادیتے ہیں کہ اسے عوام پر ظاہر نہ کیا جائے کہ وہ مذہب کے گرانے پر جرات نہ کریں پھر یہی علماء اپنے کو حنفی شافعی مالکی اور حنبلی کہلاتے رہے کبھی مذہب سے بے قیدی نہ برتی ، عمریں اپنے اپنے مذہب کی تائید میں صرف کیں اور اس میں بڑے بڑے دفتر تصنیف ہوئے اور تمام علماء امت نے اس پر اجماع کیا بلکہ اپنے اپنے مذہب کی تائید میں مناظرہ تو زمانہ صحابہ کرام سے چلا آتا ہے، اگر مذہب کوئی چیز نہ ہوتا اور آدمی کو عمل کے لئے سب برابر ہوتے تو یہ سب کچھ مناظرے اور ہزارہا کتابیں اور ائمہ واکابر کی عمروں کی کارروائیاں سب لغو وفضول میں وقت وعمر ومال برباد کرنا ہوتا اس سے بدتر کون سی شناعت ہے۔

135 منحۃ الخالق علٰی بحر الرائق کتاب القضاء فصل یجوز تقلید من شاء، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۶۹

العلماء غفرالله تعالٰی لنا بهم ان سبرتهم واختبر تهم لوجدت قلوبهم عــه ابية عما يقولون، وصنيعهم شاهدا انهم لا يحبونه ولا يريدون، ولا يجتنبونه بل يحتنبون، و يقولون فی مسائل هذه تعلم وتكتم كيلا يتجاسر الجهال علی هدم المذهب ثم طول اعمارهم يتمذهبون لامامهم ولايخرجون عن المذهب فی افعالهم واقوالهم ويصرفون العمر فی الانتصار له والذب عنه وهذا فتح القدير لصاحب التحرير ماصنف الاجدلا وكذلك فی مذهبنا و	کے سبب ہماری مغفرت فرمائے، بخدا اگر ان کو جانچا اور آزما یا جائے تو ان کے قلوب ان کے قول سے منکر، اور ان کے اعمال اس پر شاہد ملیں گے کہ وہ اسے نہ پسند کرتے ہیں نہ اس کا ارادہ رکھتے ہیں اور وہ اسے اچھا نہیں جانتے بلکہ اس سے کنارہ کش رہتے ہیں، بس بحث کے طور پر اسے لکھ گئے اور بحث ہی تک بات رہ گئی اعتقاد و عمل کوئی اس کا ہم نوانہ ہوا بہت سے مسائل میں خود کہتے ہیں کہ یہ بس جاننے کے قابل ہیں بتانے کے لائق نہیں کہیں جاہلوں میں مذہب کے گرانے کی جرات نہ پیدا ہو، پھر یہ زندگی بھر اپنے ایک امام کے مذہب پر رہ گئے اور افعال واقوال میں کبھی مذہب سے باہر نہ ہوئے۔ اسی کی تائید اور اسی کے دفاع میں عمریں صرف کردیں۔ یہ صاحب تحریر کی فتح القدیر ہی کو دیکھ لیجئے صرف مناظرہ کے طور پر لکھی گئی ہے، اسی طرح ہمارے

عــه: **اقول:** والوجه فيه ان للشيئ حكما فی نفسه مع قطع النظر عن الخارج وحكما بالنظر الی ما يعرضه عن خارج فالاول هو البحث والثانی عليه العمل عن المفاسد وان لم يكن انبعاثها عن نفس ذات الشيئ كما لا يخفی اھ ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: اس کا سبب یہ ہے کہ کسی شے کا ایک حکم تو اس کی نفس ذات کے اعتبار سے ہوتا ہے جس میں خارج سے قطع نظر ہوتی ہے، اور ایک حکم ان باتوں کے سبب ہوتا ہے جو خارج سے پیش آتی ہیں، تو ان علماء نے جو بحث میں فرمایا وہ پہلا حکم ہے اور جس پر عمل رکھا وہ دوسرا کہ مفسدوں سے بچنا واجب ہے اگرچہ وہ شے کی نفس ذات سے پیدا نہ ہوں۔ جیسا کہ مخفی نہیں، اھ ۱۲منہ غفرلہ۔

المذاهب الثلثة الباقية دفاتر ضخام فی هذا المرام فلولا التمذهب لامام بعينه لازما وكان يسوغ ان يتبع من شاء ماشاء لكان هذا كله اضاعة عمر فی فضول واشتغالا بمالا يعنی وقد اجمع عليه علماء المذاهب الاربعة واهلها هم الائمة بل المناظرة فی الفروع وذب كل ذاهب عما ذهب اليه جارية من لدن الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم بدون نكير فاذن يكون الاجماع العملی علی الاهتمام بمالايعنی واستحسان الاشتغال بالفضول وای شناعة اشنع منه۔

لكن سَل [ف۱] السيد اذالم يجب التقيد بالمذهب وجاز الخروج عنه بالكلية فمن ذا الذی اوجب اتباع مرجحين فی مذهب معين رجحوا احد قولين فيه

هذا اذا اتفقوا فكيف [ف۲] وقد اختلفو اوفی احد الجانبين الامام الاعظم المجتهد

مسلک میں اور باقی تینوں مذاہب میں اس مقصد کے تحت بڑے بڑے دفتر تصنیف ہوئے ۔ اگر ایک امام معین کے مذہب کی پابندی لازم نہ ہوتی اور یہ روا ہوتا کہ جو چاہے جس کی چاہے پیروی کرے یہ سب ایک لایعنی کارروائی اور فضول چیز میں عمر عزیز کی بربادی ہوتی حالانکہ یہ اس کام پر مذاہب اربع کے علماء اور مذاہب کے ماننے والے ان ہی ائمہ کا اتفاق ہے بلکہ فروع میں مناظرہ اور اپنے اپنے مذہب کی حمایت تو زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہی بلا نکیر جاری ہے مذہب کی پابندی کوئی چیز نہ ہو تو لازم آئے گا کہ ایک لایعنی کام کے اہتمام اور فضول قسم کی مشغولیت کو اچھا سمجھنے پر اس وقت سے اب تک کے ائمہ و علماء کا عملی اجماع قائم رہا، اس سے بدتر کون سی شناعت ہوگی ؟

لیکن علامہ شامی سے سوال ہوسکتا ہے کہ جب مذہب کی پابندی ضروری نہیں اور اس سے بالکلیہ باہر آنا روا ہے تو کسی معین مذہب کے حضرات مرجحین جنہوں نے اس مذہب کے دو قولوں میں سے ایک کو ترجیح دی ، ان کی پیروی کیسے ضروری ہوگئی ؟

یہ کلام تو ان حضرات کے متفق ہونے کی صورت میں ہے۔ پھر اس صورت کا کیا حال ہوگا جب یہ باہم مختلف ہوں اور ایک طرف

ف۱ : معروضة علی العلامة ش

ف۲ : معروضة عليه

المطلق الذی لم یلحقوا غبارہ ولم یبلغ مجموعھم عشر فضلہ ولا معشارہ ھل ھذا الا جمعاً بین الضب والنون اذ حاصلہ ان الامام واصحابہ واصحاب الترجیح: فی مذھبہ اذا اجمعوا کلھم اجمعون علی قول لم یجب علی المقلدین الاخذ بہ بل یأخذون بہ او بما تھوی انفسھم من قیلات خارجۃ عن المذھب لکن اذا قال الامام قولا وخالفہ صاحباہ ورجح مرجحون کلا من القولین وکالترجیح فی جانب الصاحبین اکثر ذاھباً او اٰکد لفظاً فحـ یجب تقلید ھؤلاء ویمتنع تقلید الامام ومن معہ بل فـــ ان اجمع الامام وصاحباہ علی شیئ ورجع ناس من ھؤلاء المتأخرین قیلا مخالفا لا جماعھم، وجب ترک	مجتہد مطلق امام اعظم بھی ہوں یہ جن کی گرد پا کو بھی نہ پاسکے اور ان سب حضرات کا مجموعی کمال بھی ان کے فضل وکمال کے دسویں حصے کو نہ پہنچ سکا۔ یہ ضب اور نون[136] کو جمع کرنے کے سوا کیا ہے؟ اس لئے کہ اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ حضرت امام، ان کے اصحاب اور ان کے مذہب کے اصحاب ترجیح سب کے سب متفقہ طور پر جب کسی قول پر اجماع کرلیں تو مقلدین کے ذمہ اسے لینا ضروری نہیں بلکہ انہیں اختیار ہے اسے لے لیں، یا اپنی خواہشات نفس کے مطابق مذہب سے خارج اقوال کو لے لیں، لیکن جب امام کوئی قول ارشاد فرمائیں، اور ان کے صاحبین ان کے خلاف کہیں پھر دونوں قولوں میں سے ہر ایک کو کچھ مرجحین ترجیح دیں اور صاحبین کی جانب ترجیح دینے والوں کی تعداد زیادہ ہو یا اس طرف ترجیح کے الفاظ زیادہ موکد ہوں تو ایسی صورت میں ان مرجحین کی تقلید واجب ہوجائے اور امام اور ان کے موافق حضرات کی تقلید ناجائز ہوجائے، بلکہ اگر امام اور صاحبین کا کسی بات پر اجماع ہو اور ان متاخرین میں سے کچھ افراد ان کے اجماع کے مخالف کسی قول کو ترجیح دے دیں تو ان ائمہ کی

فـــ۳: معروضۃ علیہ

136 **ضب:** گوہ، جو جنگلی جانور ہے اور نون: مچھلی، جو دریائی جانور ہے۔ دونوں میں کیا جوڑ، ایک عربی مثل سے ماخوذ ہے ۱۲

تقلید الائمۃ الی تقلید ھؤلاء واتباعھم، ھذا ھوالباطل المبین، لادلیل علیہ اصل من الشرع المتین، والحمد للہ رب العالمین،	تقلید چھوڑ کر ان افراد کی تقلید اور پیروی واجب ہو جائے، یہی وہ کھلا ہوا باطل خیال ہے جس پر شرع متین سے ہر گز کوئی دلیل نہیں، والحمد للہ رب العالمین۔
و بہ ظھر ان قول البحر وان کان مبنیا علی ذلك الحق المنصور المعتمد المختار، المأخوذ بہ قولا عند الائمۃ الکبار، وفعلا عندھم وعند ھؤلاء المناز عین الاخیار، لکن[ف۱] مازعم السید لایبتنی علیہ ولا علی مازعم انہ المختار، بل یخالفھما جمیعا بالاعلان والجھار، والحجۃ للہ العزیز الغفار، والصّلوٰۃ والسلام علی سید الابرار، وآلہ الاطھار، وصحبہ الکبار، وعلینا معھم فی دارالقرار، آمین	اسی سے ظاہر ہوا کہ بحر کا کلام تو اس قول حق پر مبنی تھا جو منصور، معتمد، مختار ہے، جسے قولا تمام ائمہ کبار نے لیا اور عملا ان کے ساتھ ان بزرگ مخالفین نے بھی لیا لیکن علامہ شامی کے خیال کی بنیاد نہ اس مختار پر قائم ہے نہ اس پر جس کو بزعم خویش مختار سمجھا بلکہ وہ علانیہ و عیاں طور پر دونوں ہی کے خلاف ہے اور حجت خدائے عزیز و غفار ہی کی ہے اور درود و سلام ہو سید ابرار، ان کی آل اطہار، اصحاب کرام پر اور ان کے ساتھ ہم پر بھی دار القرار میں الٰہی قبول فرما! ہم اسی کی پیروی کریں گے جسے ان حضرات نے ترجیح دے دی۔
قولہ قول السراجیۃ صریح ان المجتھد یتبع ماکان اقوی الاتبع الترتیب فنتبع مارجحوہ[137]۔	علامہ شامی سراجیہ کی عبارت اس بارے میں صریح ہے کہ مجتہد اس کی پیروی کرے گا جو زیادہ قوی ہو، ورنہ ترتیب سابق کا اتباع کرے گا،
اقول رحمك اللہ قولك[ف۲]	**اقول:** اللہ آپ پر رحم فرمائے، تو ہم اسی

ف۱: معروضۃ علیہ

ف۲: معروضۃ علی العلامہ ش

[137] ردالمحتار مطلب رسم المفتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۸

فنتبع مارجحوہ ان کان داخلا فی ما ذکرت من مفاد السراجیۃ فتوجیہ القول بضدہ وردہ فان السراجیۃ توجب علی غیر المجتہد اتباع الترتیب لا الترجیح وان کان زیادۃ من عندکم فمخالف للمنصوص وتفریع للشیئ علی ما ہو تفریع لہ فانك ان کنت اھل النظر فعلیك بالنظر المصیب، اولا فعلیك بالترتیب، فمن این ھذا الثالث الغریب۔	پیروی کریں گے جسے ان حضرات نے ترجیح دے دی ، یہ عبارت اگر آپ نے کلام سراجیہ کے مفاد و مفہوم کے تحت داخل کرکے ذکر کی ہے تو یہ اس کلام کی توجیہ نہیں بلکہ اس کی مخالفت اور تردید ہے کیونکہ سراجیہ تو غیر مجتہد پر ترتیب کی پیروی واجب کرتی ہے نہ کہ ترجیح کی پیروی۔اور اگر یہ عبارت آپ نے اپنی طرف سے بڑھائی ہے تو یہ منصوص کے برخلاف ہے اور ایک چیز کی تفریع ایسی چیز پر ہے جو دراصل اس کی تردید ہے۔۔۔ کیوں کہ آپ اگر صاحب نظر ہیں تو آپ کے ذمہ نظر صحیح ہے یا آپ اہل نظر نہیں تو آپ کے ذمہ اتباع ترتیب ہے، پھر یہ تیسرا بیگانہ واجنبی کہاں سے آگیا؟
قولہ لایجوز لہ مخالفۃ الترتیب الا اذاکان لہ ملکۃ فعلیہ ترجیح مارجح عندہ و نحن نتبع مارجحوہ۔[138]	علامہ شامی: اس کے لئے ترتیب مذکور کی مخالفت جائز نہیں مگر جب اس کے پاس ملکہ ہو تو اس کے ذمہ یہ ہے اس کے نزدیک جو راجح ہو اسے ترجیح دے اور ہمیں اس کی پیروی کرنا ہے جسے ان حضرات نے ترجیح دے دی۔
اقول: رحمك اللہ فــ ھذا کذلك فحاصل کلامھم جمیعا ما ذکرت الی قولك ونحن اما	**اقول** : اللہ آپ پر رحم فرمائے۔یہ بھی اسی کی طرح ہے۔ کیونکہ ان تمام حضرات کے کلام کا حاصل وہی ہے جو آپ نے "اور ہمیں" تک

فــا: معروضۃ علی العلامہ ش

[138] ردالمحتار کتاب القضاء مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۰۲/۴

هذا فرد عليه وخروج عنه فان من لاملكة له لا يجوز له عندهم مخالفة الترتيب وانتم اوجبتموه عليه ادارة له مع الترجيح۔

قوله كما حققت الشارح عن العلامة قاسم [139]

اقول علمت ف۱ ان لا موافقة فيه لما لديه ولا فيه ميل اليه قوله ويأتي عن الملتقط [140]

اقول : اولا ف۲ حاصل ما فيه ان القاضي المجتهد يقضي برأي نفسه والمقلد برأي المجتهدين وليس له ان يخالفهم واين فيه ان الذين يفتنونه ان كانوا من مجتهدي مذهب امامه فاختلفوا في الافتاء بقوله وجب عليه ان يأخذ

ذکر کیا۔۔۔اور یہ اضافہ تو اس کی تردید اور اس کی مخالفت ہے ۔ کیوں کہ جس کے پاس ملکہ نہیں اس کے لئے ان حضرات کے نزدیک ترتیب کی مخالفت روا نہیں اور آپ نے تو اس پر یہ مخالفت واجب کر دی ہے کیونکہ اسے آپ نے ترجیح کے ساتھ چکر لگانے کا پابند کر دیا ہے۔

علامہ شامی ، جیسا کہ علامہ قاسم سے نقل کرتے ہوئے شارح نے اس کی تحقیق کی ہے۔

اقول: معلوم ہو چکا کہ اس میں نہ تو اس خیال کی کوئی ہم نوائی ہے نہ اس کا کوئی میلان۔ علامہ شامی، اور ملتقط کے حوالے سے آرہا ہے۔

اقول اولا: اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ قاضی مجتہد خود اپنی رائے پر فیصلہ کرے گا اور قاضی مقلد مجتہدین کی رائے پر فیصلہ کرے گا اسے ان کی مخالفت کا حق نہیں۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ جو لوگ اس قاضی مقلد کو فتوی دیں گے اگر وہ اس کے امام کے مذہب کے مجتہدین سے ہوں پھر قول امام پر افتاء میں باہم مختلف ہوں تو اس پر واجب یہ ہے کہ

فـ۱: معروضة على العلامه ش

فـ۲: معروضة عليه

[139] ردالمحتار، کتاب القضاء مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰۲/۴

[140] ردالمحتار، کتاب القضاء مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰۲/۴

بقول الذین خالفوا امامہ وامامھم ان کانوا اکثر اولفظھم اٰکد وانما النزاع فی ھذا۔	ان لوگوں کا قول لے جو اس کے امام اور اپنے امام کے خلاف ہو گئے ہوں بشرطیکہ تعداد میں وہ زیادہ ہوں یا ان کے الفاظ زیادہ موکد ہوں حالاں کہ نزاع تو اسی بارے میں ہے۔
وثانیا المنع فـــ۱ من ان نخالفھم باٰرائنا اذ لارأی لنا ونحن لانخالفھم باٰرائنا بل برأی امامھم وامامنا۔	**ثانیا**: اگر ہم اپنی رائے لے کر ان کی مخالفت کریں تو اس سے ممانعت ہے کیونکہ ہماری کوئی رائے ہی نہیں لیکن ان کی مخالفت ہم اپنی رائے کے مقابل نہیں کرتے بلکہ ان کے امام اور اپنے امام کی رائے کو لے کر ان کی مخالفت کرتے ہیں۔
وقد قال فی الملتقط فـــ۲ فی تلک العبارۃ فی القاضی المجتھد قضی بما راہ صوابا لا بغیرہ الا ان یکون غیرہ اقوی فی الفقہ و وجوہ الاجتھاد فیجوز ترک رأیہ برأی[141] اھ	اور ملتقط کے اندر تو اسی عبارت میں قاضی مجتہد سے متعلق یہ لکھاہے کہ خود جسے درست سمجھے اس پر فیصلہ کرے دوسرے کی رائے پر نہیں لیکن دوسرا اگر فقہ اور وجوہ اجتہاد میں اس سے زیادہ قوی ہو تو اس کی رائے اختیار کرکے اپنی رائے ترک کردینا جائز ہے۔اھ
فاذا جاز للمجتھد ان یترک رأیہ برأی من ھو اقوی منہ مع انہ مأمور باتباع رأیہ ولیس لہ تقلید غیرہ فان ترکنا اٰراء ھؤلاء المفتین اراٰی امامنا و	جب مجتہد کے لئے اپنے سے اقوی کی رائے کو اختیار کرکے اپنی رائے ترک کرنا جائز ہے حالاں کہ اسے حکم یہ ہے کہ اپنی رائے کا اتباع کرے اور دوسرے کی تقلید اس کے لئے روا نہیں ، تو ہمارے اور ان مفتیوں کے امام اعظم

فـــ۱: معروضۃ علیہ

فـــ۲: معروضۃ علیہ

[141] الدرالمختار ، بحوالہ الملتقط ، کتاب القضاء ، مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۲

امامهم الاعظم الذی هو اقوی من مجموعهم فی الفقه ووجوه الاجتهاد بل فضله علیهم کفضلهم علینا اوهو اعظم الاولی بالجواز واجدر ۔ **قوله** سقط ما بحثه فی البحر [142] ۔	جو فقہ اور وجوہ اجتہاد میں ان حضرات کی مجموعی قوت سے بھی زیادہ قوت رکھتے ہیں بلکہ ان پر امام کو اسی طرح فوقیت ہے جیسے ہم پر ان حضرات کو فوقیت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ تو اگر ہم ان کی رائے اختیار کرکے ان مفتیوں کی رائے ترک کریں تو یہ بدرجہ اولی جائز اور انسب ہوگا۔ علامہ شامی : بحر کی بحث ساقط ہو گئی۔
واقول: سبحٰن الله ف۱ هو الحکم الماثور، ومعتمد الجمهور، والمصحح المنصور، فکیف یصح تسمیته بحث البحر هذا۔	**اقول:** سبحان اللہ یہی تو حکم منقول ہے جمہور کا معتمد اور تصحیح وتائید یافتہ بھی، پھر اسے بحر کی بحث کہنا کیوں کر درست ہے ؟
واقول: یظهر لی فی توجیه ف۲ کلامه رحمه الله تعالٰی ان مراده اذا اتفق المرجحون علی ترجیح قول غیره رضی الله تعالٰی عنه ذکره ردا لما فهم من اطلاق قول البحر وان افتی المشائخ بخلافه فانه بظاهره یشمل ما اذا اجمع المشائخ علی ترجیح	**اقول:** مجھے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی کے کلام کی توجیہ میں یہ سمجھ آتا ہے کہ ان کی مراد وہ صورت ہے جس میں حضرت امام رضی اللہ تعالی عنہ کے سوا کسی اور کے قول کی ترجیح پر مرجحین کا اتفاق ہو، اسے اس اطلاق کی تردید میں ذکر کیا جو بحر کی اس عبارت سے سمجھ میں آتا ہے کہ "اگرچہ مشائخ نے اس کے خلاف فتوی دیا ہو" کیوں کہ بظاہر یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جس میں غیر امام کے

ف۱: معروضة علیه

ف۲: السعی الجمیل فی توجیه کلام العلامة الشامی رحمه الله تعالٰی ۔

[142] ردالمحتار ، کتاب القضاء مطلب یفتی بقول الامام علی الاطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۳

قول غیرہ۔

والدلیل علی هذہ العنایة فی کلام ش انه انما تمسك باتباع المرجحین وانهم اعلم وانهم سبروا الدلائل فحکموا بترجیحه ولم یلم فی شیئ من الکلام الی صورة اختلاف الترجیح فضلا عن ارجحیة احد الترجیحین ولو کان مرادہ ذلك لم یقتصر علی اتباع المرجحین فانه حاصل ح فی کلام الجانبین بل ذکر اتباع ارجح الترجیحین۔

ویؤیدہ ایضا ما قدمنا فی السابعة من قوله رحمه الله تعالٰی لما تعارض التصحیحان تساقطا فرجعنا الی الاصل وھو تقدیم قول الامام[143] اھ وھذا وان کان ظاھرہ فی ما استوی الترجیحان لکن ماذکرہ مترقیا علیه عن الخیریة و البحر یعین ان الحکم اعم۔

قول کی ترجیح پر اجماع مشائخ ہو۔

یہ مراد ہونے پر کلام شامی میں دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اتباع مرجحین سے استدلال کیا ہےاور اس بات سے کہ وہ زیادہ علم والے ہیں او رانہوں نے دلائل کی جانچ کرکے اس کی ترجیح کا فیصلہ کیا ہے ، اور کلام کے کسی حصے میں اختلاف ترجیح کی صورت کو ہاتھ نہ لگایا ، دو ترجیحوں میں سے ایک کے ارجح ہونے کا تذکرہ تو در کنار ، اختلاف ترجیح کی صورت اگر انہیں مقصود ہوتی تو صرف اتباع مرجحین کے حکم پر اکتفانہ کرتے کیونکہ اس صورت میں اتباع مرجحین تو دونوں ہی جانب موجود ہے ، بلکہ اس تقدیر پر وہ دونوں ترجیحوں میں سے ارجح کے اتباع کاذکر کرتے۔

اس کی تائید ان کے اس کلام سے بھی ہوتی ہے جسے ہم مقدمہ ہفتم میں نقل کرآئے ہیں کہ ، جب دونوں تصحیحوں میں تعارض ہوا تو دونوں ساقط ہوگئیں اس لئے ہم نے اصل کی جانب رجوع کیا ، وہ یہ ہے کہ امام کا قول مقدم رہے گا اھ۔

یہ اگرچہ بظاہر دنوں ترجیحیں برابر ہونے کی صورت میں ہے لیکن آگے اس پر ترقی کرتے ہوئے خیریہ اور بحر کے حوالے سے جوذکر کیا ہے وہ تعین کردیتا ہے کہ حکم اعم ہے۔

---

[143] ردالمحتار مطلب اذاتعارض التصحیح داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۹

ویؤیدہ ایضا ماجعل اٰخرا الکلام محصل جمیع کلام الدر فی المراد اذ قال قولہ فلیحفظ ای جمیع ما ذکرناہ وحاصلہ ان الحکم ان اتفق علیہ اصحابنا یفتی بہ قطعا والا ۱فاما ان یصحح المشائخ احد القولین فیہ او ۲کلا منھما ۳اولا ولا ففی الثالث یعتبر الترتیب بان یفتی بقول ابی حنیفۃ ثم ابی یوسف الخ او قوۃ الدلیل ومرا لتوفیق وفی الاول ان کان التصحیح بافعل التفضیل خیر المفتی والا فلا بل یفتی بالمصحح فقط وھذا ما نقلہ عن الرسالۃ وفی الثانی اما ان یکون احدھما عـــہ	اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جسے آخر کلام میں مقصود سے متعلق پوری عبارت در مختار کا حاصل قرار دیا کہ وہاں یہ لکھا ہے، عبارت در "فلیحفظ، تو اسے یاد رکھا جائے" کا معنی یہ ہے کہ وہ سب یاد رکھا جائے جو ہم نے ذکر کیا اور اس کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی حکم پر ہمارے اصحاب کا اتفاق ہو تو قطعاً اسی پر فتوی دیا جائے گا ورنہ تین صورتیں ہوں گی: (۱) مشائخ نے دونوں قولوں میں سے صرف ایک کو صحیح قرار دیا ہو (۲) ہر ایک کی تصحیح ہوئی ہو (۳) مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں۔ تیسری صورت میں ترتیب کا اعتبار ہوگا اس طرح کہ امام ابو حنیفہ کے قول پر فتوی دیا جائے گا، پھر امام ابو یوسف کے قول پر الخ، یا قوت دلیل کا اعتبار ہوگا، اور ان دونوں میں تطبیق کا بیان گزر چکا۔ اور پہلی صورت میں اگر تصحیح افعل التفضیل کے صیغے (مثلا لفظ **اصح**) سے ہو تو مفتی کو تخییر ہوگی ورنہ (مثلا صرف لفظ صحیح ہو تو) نہیں،

عـــہ : **اقول:** فـــ یشمل ما اذا کان کلاھما بہ ولا یتأتی فیہ الخلاف المذکور فکان ینبغی ان یقول احدھما وحدہ لیشمل قولہ اولا ما اذا کان بافعل ۱۲منہ غفرلہ (م)

اقول: یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جس میں دونوں ترجیحیں بلفظ **افعل** ہوں حالانکہ اس میں خلاف مذکور حاصل نہ ہوگا تو انہیں کوئی ایک کے بجائے "احدھما وحدہ" (صرف ایک) کہنا چاہئے تھا، تاکہ ان کا قول "او یا نہ" اس صورت کو بھی شامل ہو جائے جس میں ہر ایک لفظ **افعل** ہو ۱۲منہ

فـــ : معروضۃ علی العلامہ ش

بافعل التفضیل اولا ففی الاول قیل یفتی بالاصح وھوالمنقول عن الخیریۃ وقیل بالصحیح وھو المنقول عن شرح المنیۃ وفی الثانی یخیر المفتی وھو المنقول عن وقف البحر والرسالۃ افادہ ح [144] اھ فما ذکرہ فی الثالث عین مرادنا وکذا ما ذکرہ فی الاول اما استثناء ما اذاکان التصحیح بافعل **فاقول:** یخالف ف نفسہ ولا یخالفنا فان الترجیح اذا لم یوجد الا فی جانب واحد کما جعلہ محمل الرسالۃ ومع ذلك خیر المفتی لم یکن علیہ اتباع مارجحوہ والتاویل بان افعل افادان الروایۃ المخالفۃ صحیحۃ ایضا کما قالاہ ھما وط ۔	بلکہ مفتی کو اسی پر فتوی دینا ہے جسے صحیح کہا گیا، یہ وہ بات ہے جو انہوں نے رسالہ سے نقل کی، اور دوسری صورت میں کوئی ایک ترجیح بلفظ افعل التفضیل ہوگی یا نہ ہوگی، بر تقدیر اول کہا گیا کہ اصح پر فتوی دیا جائے گا، یہ خیر یہ سے منقول ہے، اور کہا گیا کہ صحیح پر فتوی ہوگا، یہ شرح منیہ سے منقول ہے، بر تقدیر دوم مفتی کو تخییر ہوگی یہ بحر کتاب الوقف اور رسالہ سے منقول ہے۔ یہ حلبی نے افادہ فرمایا۔ اھ تو تیسری صورت میں جو ذکر کیا بعینہٖ وہی ہماری مراد ہے، اسی طرح وہ بھی جو پہلی صورت میں ذکر کیا، رہا اس صورت کا استثنا جس میں تصحیح بصیغہ اسم تفضیل ہو **فاقول:** (تو میں کہتا ہوں) وہ خود ان کے خلاف ہے ہمارے خلاف نہیں، کیوں کہ جب ترجیح صرف ایک طرف ہو، جیسا کہ اسے رسالے کا محمل اور معنی مراد ٹھہرایا، اس کے باوجود مفتی کو تخییر ہو تو اس کے ذمہ اس کی پیروی لازم نہ رہی جسے مشائخ نے ترجیح دی، اور یہ تاویل کہ "**افعل**" کا مفاد یہ ہوگا کہ روایت خلاف بھی صحیح ہے، جیسا کہ حلبی وشامی اور طحطاوی نے کہا۔

ف : معروضۃ علیہ

[144] ردالمحتار مطلب اذاتعارض التصحیح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۰و۵۱

فاقول اولا: هذا [ف۱] مسلم اذا قوبل الاصح بالصحيح اما اذا ذكروا قولين وقالوا فى احدهما وحده انه الاصح ولم يلموا ببيان قوة ما فى الأخر اصلا فلا يفهم منه الا ان الاول هو الراجح المنصور ولا ينقدح فى ذهن احد انهم يريدون به تصحيح كلا القولين و ان للاول مزية ما على الأخر فأفعل ههنا من باب اهل الجنة خير مستقرا واحسن مقيلا ولو سبرت كلماتهم [ف۲] لوجدتهم يقولون هذا احوط وهذا ارفق مع ان الأخر لا رفق فيه ولا احتياط وهذا بديهى عند من خدم كلامهم۔

ولذا [ف۳] قال فى الخيرية من

فاقول: (تو میں کہتا ہوں) اولا یہ بات اس صورت میں تسلیم ہے جب اصح کے مقابلے میں صحیح لایا گیا ہو۔ لیکن جب دو قول ذکر کریں اور صرف ایک کے بارے میں کہیں کہ وہ اصح ہے اور دوسرے میں جو قوت ہے اس کے بیان سے کچھ بھی تعرض نہ کرے تو ایسی حالت میں یہ ہی سمجھا جائے گا کہ اول ہی راجح اور تائید یافتہ ہے۔ اور کسی کے ذہن میں یہ خیال نہ گزرے گا کہ وہ اول کو اصح کہہ کر دونوں قولوں کو صحیح کہنا اور یہ بتانا چاہتے کہ اول کو دوسرے پر کچھ فضیلت ہے تو یہ افعل "اھل الجنۃ خیر مستقرا واحسن مقیلا" جنت والے بہتر قرار گاہ اور سب سے اچھی آرام گاہ والے ہیں، کے باب سے ہوگا، اگر کلمات مشائخ کی تفتیش کیجئے تو یہ ملے گا کہ وہ حضرات فرماتے ہیں یہ احوط (زیادہ احتیاط والا) ہے، یہ ارفق (زیادہ نرمی وفائدے والا ہے) باوجودیکہ دوسرے میں کوئی احتیاط اور کوئی آسانی نہیں، یہ ان حضرات کے کلام کے خدمت گزاروں کے نزدیک بدیہی ہے، اھ

اسی لئے خیریہ کتاب الطلاق میں فرمایا،

ف۱: معروضة عليه وعلى العلامتين ح و ط

ف۲: ربما لا يكون افعل فى قول الفقهاء هذا اصح احوط ارفق اوفق وامثاله من باب التفضيل۔

ف۳: اذا ثبت الاصح لا يعدل عنه اى اذا لم يوجد الاقوى منه۔

الطلاق انت علی علم بانه بعد التنصیص علی اصحیته لایعدل عنه الی غیرہ[145] اھ	تمہیں خبر ہے کہ اس کے اصح ہونے کی تصریح ہو جانے کے بعد اس سے کسی اور کی جانب عدول نہ ہوگا، اھ
بل قال فی صلحها فی مسألة قالوا فیها لقائل ان یقول تجوز وھو الاصح ولقائل ان یقول لاما نصه حیث ثبت الاصح لایعدل عنه[146] اھ	بلکہ خیریہ کتاب الصلح میں جہاں یہ مسئلہ ہے کہ: لوگوں نے کہا اس میں کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جائز ہے، اور وہی اصح ہے، اور کہنے والا کہہ سکتا ہے جائز نہیں، وہاں وہ لکھتے ہیں جب اصح ثابت ہوگا تو اس سے عدول نہ ہوگا،
وھذا مفاد ف۱ متنه العقود وان مال فی شرحه الی ما ھنا فانه قال: وحیثما وجدت قولین وقد صحح واحد فذاك المعتمد بنحو ذاالفتوی علیه الاشبه والاظهر المختار ذا والاوجه[147]	یہی ان کے متن عقود کا بھی مفاد ہے اگرچہ اس کی شرح میں وہ اس بات کی طرف مائل ہو گئے جو یہاں زیر بحث ہے کیوں کہ اس میں یہ لکھا ہے، جہاں تم کو دو۲ قول ملیں، جن میں ایک کی تصحیح اس طرح کے الفاظ سے ہو، اسی پر فتوی ہے، یہ اشبہ ہے، اظہر ہے، مختار ہے، اوجہ ہے، تو وہی معتمد ہے اھ۔
فقد حکم بقصر الاعتماد علی ما قیل فیه افعل ولم یصحّح خلافه۔ ولما قال ف۲ فی الدر فیمن	تو معتمد ہونے کا حکم اسی پر محدود رکھا جس کی تصحیح میں لفظ افعل آیا ہے اور اس کے مخالف قول کی تصحیح نہیں ہوئی ہے۔ در مختار کے اندر اس شخص سے متعلق جو بائیں جانب

ف۱: معروضة علی العلامة ش

ف۲: **مسئلہ:** نماز میں بائیں طرف کا سلام پھیرنا بھول گیا جب تک قبلہ سے نہ پھرا ہو کہہ لے۔

[145] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۹

[146] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلح دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۰۴

[147] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۷

نسی التسلیم عن یسارہ اتی بہ مالم یستدبر القبلہ[148] فی الاصح۔	سلام پھیرنا بھول گیا یہ لکھا ہے جب تک قبلہ سے پیٹھ نہ پھیری ہو اس کی بجاآوری کرلے اصح مذہب میں،
وکان فی القنیۃ انہ الصحیح[149] قال ش فـ۱ عبرالشارح بالاصح بدل الصحیح والخطب فیہ سہل[150] اھ	اسی مسئلے کے تحت قنیہ میں لکھا تھا کہ یہی صحیح ہے، تو اس پر علامہ شامی نے لکھا کہ شارح نے صحیح کی جگہ اصح سے تعبیر کی، اور معاملہ اس میں سہل ہے اھ۔
وکیف یکون سہلا فـ۲ وھما عندکم علی طرفی نقیض فان الصحیح کان یفید ان خلافہ فاسد وافاد الاصح عندکم انہ صحیح فقد جعل الفاسد صحیحا۔	سہل کیسے ہوگا جب دونوں آپ کے نزدیک ایک دوسرے کی بالکل نقیض اور ضد ہیں۔ کیوں کہ صحیح کا مفاد یہ تھا کہ اس کا مقابل فاسد ہے۔ اور اصح کا مفاد آپ کے نزدیک یہ ہوا کہ اس کا مقابل صحیح ہے تو آپ کے طور پر تو شارح نے فاسد کو صحیح بنادیا؟
وثانیا: قدقلتم فـ۳ علینا اتباع مارجحوہ ولیس بیان قوۃ للشیئ فی نفسہ ترجیحا لہ اذ لابد للترجیح من مرجح	**ثانیا**: آپ نے فرمایا جسے ان حضرات نے ترجیح دے دی ہم پر اسی کی پیروی لازم ہے، اور شے کی ذات میں پائی جانے والی کسی قوت کا بیان، ترجیح نہیں، کیونکہ ترجیح کے لئے مرجح اور

فـ۱: الصحیح والاصح متقاربان والخطب فیہ سہل۔

فـ۲: معروضۃ علی العلامۃ ش

فـ۳: معروضۃ علی العلامۃ ش

[148] الدرالمختار کتاب الصّلٰوۃ فصل اذااراد الشروع فی الصلوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۸

[149] القنیۃ المنیۃ تتمیم الغنیۃ کتاب الصلوۃ باب فی القعدۃ والذکر فیہا کلکتہ انڈیا ص ۳۱

[150] ردالمحتار کتاب الصّلٰوۃ فصل اذااراد الشروع داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۲

ومرجح علیه فالمعنی قطعاً ما فضلوه علی غیره فلا شك انهم اذا قالو الاحد قولین انه الاصح وسکتوا عن الاٰخر فقد فضلوه و رجحوه علی الاٰخر فوجب اتباعه عندکم وسقط التخییر۔ فالوجه عندی حمل کلام الرسالة علی ما اذا ذیلت احدهما بافعل والاخری بغیره فیکون ثالث مافی المسألة عن الخیریة والغنیة من اختیار الاصح اوالصحیح وهو التخییر وهذا اولی من حمله علی ما یقبل۔ لاسیما والرسالة مجهول لاتدری هی ولا مؤلفها والنقل ف عن المجهول لایعتمد وان کان عه الناقل	مرجح علیہ (جس کو راجح کہا گیا اور جس پر راجح کہا گیا) دونوں ضروری ہیں، تو قطعاً یہ معنی ہوگا کہ جسے ان حضرات نے دوسرے سے افضل قرار دیا اس کی پیروی ضروری ہے، اب یہ قطعی بات ہے کہ جب انہوں نے دو قولوں میں سے ایک کو اصح کہا اور دوسرے سے متعلق سکوت اختیار کیا تو اسے انہوں نے دوسرے سے افضل اور راجح قرار دیا تو آپ کے نزدیک اس کا اتباع واجب ہوا اور تخییر ساقط ہوگئی۔ تو میرے نزدیک مناسب طریقہ یہ ہے کہ رسالہ کا کلام اس صورت پر محمول کیا جائے جس میں ایک کے ذیل میں "افعل" سے ترجیح ہو اور دوسرے میں غیر افعل سے، تو اس مسئلہ میں خیر یہ سے اصح کو اور غنیہ سے صحیح کو اختیار کرنے کا جو حکم منقول ہے اس کی یہ تیسری شق ہو جائے گی وہ یہ کہ تخییر ہے (کسی ایک کی پابندی نہیں صحیح یا اصح کسی کو بھی اختیار کر سکتا ہے) یہ معنی لینا اس معنی پر محمول کرنے سے بہتر ہے جو ناقابل قبول ہے۔ خصوصاً جبکہ رسالہ مجہول ہے، نہ اس کا پتا نہ اس کے مؤلف کا پتا، اور مجہول سے نقل قابل اعتماد نہیں اگرچہ ناقل معتمد ہو جیسا کہ یہ ضابطہ

ف: لایعتمد علی النقل عن مجهول وان کان الناقل ثقة۔

عه : **اقول** وثم تفصیل یعرفه الماهر باسالیب الکلام والمطلع علی مراتب الرجال فافهم اھ منه	**اقول:** یہاں کچھ تفصیل ہے جس کی معرفت اسالیب کلام کے ماہر اور مراتب رجال سے باخبر شخص سے ہوگی تو اسے سمجھ لیں۔ ۱۲ منہ (ت)

من المعتمدین کما افصح بہ ش فی مواضع من کتبہ و بیناہ فی فصل القضاء۔ **وبالجملة** فالثنیا تخالف ماقررہ اما انہا لاتخالفنا فلان ف مفادھا اذ ذاك التخییر وھو حاصل ما فی شق الثانی لانہ لما وقع فی شقہ الاول الخلاف من دون ترجیح اٰل الی التخییر والتخییر مقید بقیود قد ذکرھا من قبل وذکّرھا ھنا بقولہ ولاتنس ماقدمناہ من قیود التخییر[151] اھ من اعظمہا ان لایکون احدھما قول الامام فاذا کان فلا تخییر کما اسلفنا اٰنفا نقلہ، وقد قال فی شرح عقودہ اذ کان احدھما قول الامام الاعظم والاٰخر قول بعض اصحابہ عند عدم الترجیح لاحدھما	خود علامہ شامی نے اپنی تصانیف کے متعدد مقامات میں صاف طور پر بیان کیا ہے اور ہم نے بھی فصل القضاء میں اسے واضح کیا ہے۔ الحاصل وہ استثناء ان ہی کے طے کردہ اور مقررہ امر کے خلاف ہے، رہا یہ کہ وہ ہمارے خلاف نہیں تو اس لئے کہ اس وقت اس کا مفاد تخییر ہے اور یہی اس کا حاصل ہے جو صورت دوم کی دونوں شقوں کے تحت مذکور ہے کیونکہ جب اس کی پہلی شق میں اختلاف ہوگیا (کہ اصح کو اختیار کرے، یا صحیح کو اختیار کرے) اور ترجیح کسی کو نہیں تو مآل یہ ہوا کہ تخییر ہے، اور تخییر کچھ قیدوں سے مقید ہے جنہیں پہلے ذکر کیا ہے اور یہاں بھی ان کی یاددہانی کی ہے یہ کہہ کر کہ اور تخییر کی ان قیدوں کو فراموش نہ کرنا جو ہم پہلے بیان کر چکے اھ، ان میں سے عظیم ترین قید یہ ہے کہ دونوں میں کوئی ایک، قول امام نہ ہو، اگر ایسا ہو تو تخییر نہ ہوگی جیسا اسے ہم ابھی نقل کر آئے، اور علامہ شامی نے اپنی شرح عقود میں لکھا ہے کہ جب دونوں میں سے ایک، امام اعظم کا قول ہو اور دوسرا ان کے بعض اصحاب کا قول ہو تو کسی کی ترجیح نہ ہونے

ف: تحقیق ان ماذکر من حاصل کلام الدر فانہ لایخالفنا۔

[151] ردالمحتار مطلب اذا تعارض التصحیح داراحیاء التراث العربی بیروت ۱ / ۵۰

یقدم قول الامام فلذا بعدہ[152] اھ ای بعد ترجیح القولین جمیعا فرجع حاصل القول الی ان قول الامام ھو المتبع الا ان یتفق المرجحون علی تصحیح خلافہ۔	کے وقت قول امام کو مقدم رکھا جاتا ہے تو ایسے ہی اس کے بعد بھی ہوگا اھ، یعنی دونوں قولوں کی ترجیح کے بعد بھی ہوگا تو حاصل کلام یہی نکلا کہ اتباع قول امام ہی کا ہوگا مگر یہ کہ مرجحین اس کے خلاف کی ترجیح پر متفق ہوں۔
فان قلت ف الیس قد ذکر عشر مرجحات اُخر ونفی التخییر مع کل منہا: ۱ أکدیۃ التصحیح ۲ کونہ فی المتون والاُخر فی الشروح او ۳ فی الشروح والاُخر فی الفتاوٰی او ۴ عللوہ دون الاُخر او ۵ کونہ استحسانا او ۶ ظاھر الروایۃ او ۷ انفع للوقف او ۸ قول الاکثر او ۹ اوفق باھل الزمان او ۱۰ اوجہ زاد ھذین فی شرح عقودہ۔	**اگر سوال ہو** کہ کیا ایسا نہیں کہ اس میں دس مرجع اور بھی ذکر کئے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ تخییر کی نفی کی ہے (۱) تصحیح کا زیادہ موکد ہونا (۲) یا اس کا متون میں اور دوسرے کا شروح میں ہونا (۳) اس کا شروح میں اور دوسرے کا فتاوی میں ہونا (۴) ان حضرات نے اس کی تعلیل فرمائی دوسرے کی کوئی علت ودلیل نہ بتائی (۵) اس کا استحسان ہونا (۶) یا ظاہر الروایہ (۷) یا وقف کے لئے زیادہ نفع بخش (۸) یا قول اکثر (۹) یا اہل زمانہ سے زیادہ ہم آہنگ اور موافق (۱۰) یا اوجہ ہونا، ان دونوں کا شرح عقود میں اضافہ ہے۔
قلت بلی ولا ننکرھا أفقال ان الترجح بہا اٰکد من الترجح بانہ قول الامام انما ذکر رحمہ اللہ تعالٰی ان التصحیح اذا اختلف وکان لاحدھما	**میں کہوں گا** کیوں نہیں، ہمیں ان سے انکار نہیں، بتائے کیا یہ بھی کہا ہے کہ ان سب وجہوں سے ترجیح پانا قول امام ہونے کے سبب ترجیح پانے سے زیادہ موکد ہے؟ انہوں نے تو صرف یہ ذکر کیا ہے کہ جب تصحیح میں

ف: ذکر عشر مرجحات لاحد القولین علی الاخر

[152] شرح عقود رسم المفتی، رسالہ من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۴۰

مرجح من ہذہ ترجح ولا تخییر ولم یذکر ماذا کان لکل منہما مرجح منہا۔	اختلاف ہو اور ایک تصحیح کے ساتھ ان دس میں سے کوئی ایک مرجح ہو تو وہ ترجیح پاجائے گی اور تخییر نہ ہوگی، اس صورت کا تو ذکر ہی نہ فرمایا جس میں ہر ایک تصحیح کے ساتھ ان میں سے کوئی ایک مرجح ہو۔
اقول ف۱ وقد بقی من المرجحات کونہ احوط اوارفق اوعلیہ العمل وھذا یقتضی الکلام علی تفاضل ہذہ المرجحات فیما بینہا وکانہ لم یلم بہ لصعوبۃ استقصائہ فلیس فی کلامہ مضادۃ لما ذکرنا۔	**اقول:** اور ابھی یہ مرجحات باقی رہ گئے اس کا احوط، یا ارفق، یا معمول بہ ہونا (علیہ العمل) اور یہ اس کا متقضی ہے کہ ان ترجیحات کے باہمی تفاوت اور فرق مراتب پر کلام کیا جائے، اس کی چھان بین دشوار ہونے کے باعث شاید اسے ہاتھ نہ لگایا، تو ہم نے جو ذکر کیا اس کی کوئی مخالفت ان کے کلام میں نہیں۔
وانا اقول : ف۲ الترجح بکونہ مذہب الامام ارجح من الکل التصریحات القاہرۃ الظاہرۃ الباہرۃ المتواترۃ ان الفتوی بقول الامام مطلقا وقد صرح الامام الاجل صاحب الہدایۃ بوجوبہ علی کل حال۔	**وانا اقول** : (اور میں کہتا ہوں) مذہب امام ہونے کے باعث ترجیح پانا سب سے ارجح ہے اس لئے کہ قاہر ظاہر باہر متواتر تصریحات موجود ہیں کہ فتوی مطلقًا قول امام پر ہوگا اور امام جلیل صاحب ہدایہ نے ہر حال میں قول امام پر افتاء واجب ہونے کی تصریح فرمائی ہے،
وان بغیت التفصیل وجدت الترجیح بہ ارجح من جل ماذکر ممایوجد معارضالہ	اور اگر تفصیل طلب کرو تو اس کے باعث ترجیح اس کے مقابل پائے جانے والے مذکورہ تقریبًا سبھی مرجحات سے زیادہ راجح ملے گی۔
فاقول: القول لایکون	**فاقول**: تو اس کی تفصیل میں، میں کہتا ہوں)

ف۱: ذکر ثلث مرجحات اخر۔

ف۲: الترجیح بکونہ قول الامام ارجح من کل مایوجد معارضالہ۔

الاظاهر الرواية ومحال ان تمشى المتون قاطبة على خلاف قوله وانما وضعت لنقل مذهبه وكذا لن تجد ابدا ان المتون سكتت عن قوله والشروح اجمعت على خلافه ولم يلهج به الا الفتاوى و الا نفعية للوقف من المصالح الجليلة المهمة وهى احدى الحوامل الست وكذا الاوفقية لاهل الزمان وكونه عليه العمل وكذا الارفق اذا كان فى محل دفع الحرج والاحوط اذاكان فى خلافه مفسدة والا ستحسان اذا كان لنحو ضرورة او تعامل اما اذاكان ف لدليل فمختص باهل النظر وكذا كونه اوجه واوضح دليلا كما اعترف به فى شرح عقوده۔	(۱) وہ قول جب ہوگا ظاہر الروایہ ہی ہوگا (۲) اور یہ محال ہے کہ تمام متون قول امام کی مخالفت پر گام زن ہوں جب کہ ان کی وضع امام ہی کا مذہب نقل کرنے کے لئے ہوئی ہے (۳۔۴) اسی طرح ہر گز کبھی ایسا نہ ملے گا کہ متون قول امام سے ساکت ہوں اور شروح نے اس کی مخالفت پر اجماع کرلیا ہو، صرف فتاوی نے اسے ذکر کیا ہو۔ (۵) اور وقف کے لئے انفع ہونا عظیم اہم مصالح میں شامل ہے اور یہ اسباب ستہ میں سے ایک ہے (۶) اسی طرح اہل زمان کے زیادہ موافق ہونا (۷) اور اسی پر عمل ہونا (۸) یوں ہی ارفق اور زیادہ آسان ہونا جب کہ دفع حرج کا مقام ہو (۹) اور احوط بھی، جب کہ اس کے خلاف کوئی مفسدہ اور خرابی ہو (۱۰) اور استحسان بھی جب کہ ضرورت یا تعامل جیسی چیز کے باعث ہو، لیکن استحسان اگر دلیل کے باعث ہو تو وہ اہل نظر سے خاص ہے (۱۱۔۔۱۲) یوں ہی اس کا اوجہ اور دلیل کے لحاظ سے زیادہ واضح ہونا اہل نظر کا حصہ ہے جیسا کہ علامہ شامی نے شرح عقود میں اس کا اعتراف کیا ہے
وقد اعلمناك ان المقلد لا يترك قول امامه لقول غيره ان غيره اقوى دليلا	اور یہ ہم بتا چکے ہیں کہ مقلد اپنے امام کا قول کسی دوسرے کے قول کی وجہ سے ترک نہ کرے گا، اگر دوسرا قول میری نظر میں دلیل کے

ف: الاستحسان لغير نحو ضرورة وتعامل لايقدم على قول الامام۔

فی نظری فاین النظر من النظر وانما یتبعه فی ذلك تارکاتقلید امامه من یسلم ان احدا من مقلدیه ومجتهدی مذهبه ابصر بالدلیل الصحیح منه۔

ولربما یکون قیاس یعارضه استحسان یعارضه استحسان اٰخر ادق منه فکیف یترك القیاس القوی بالا ستحسان الضعیف وهذا هو المرجو فی کل قیاس قال به الامام وقیل لغیره لالمثل ضرورة وتعامل انه استحسان ولنحو هذا ربما قدموا القیاس علی الا ستحسان وقد نقل فی مسألة فی الشرکة الفاسدة ش عن ط عن الحموی عن المفتاح ان قول محمد هوالمختار للفتوی وعن غایة عــه البیان ان اقول ابی یوسف استحسان اھ فقال ش وعلیه فهو من المسائل التی ترجح

لحاظ سے زیادہ قوت رکھتا ہے تو میری نظر کو امام کی نظر سے کیا نسبت؟ اپنے امام کی تقلید چھوڑ کر اس دوسرے کے قول کا اتباع وہی کرے گا جو یہ مانتا ہے کہ امام کے مقلدین اور ان کے مذہب کے مجتہدین میں سے کوئی فرد دلیل صحیح کی ان سے زیادہ بصیرت رکھتا ہے۔

شاید ایسا ہوگا کہ کسی قیاس کے معارض کوئی ایسا استحسان ہو جس کے معارض اس سے زیادہ دقیق دوسرا استحسان موجود ہو تو قیاس قوی کو استحسان ضعیف کے باعث کیسے ترک کر دیا جائے گا؟ امید ہے کہ یہی صورت ہر اس قیاس میں پائی جاتی ہوگی جس کے قائل امام ہیں، اور جس کے مقابل دوسرے کو ،ضرورت وتعامل جیسے امور کے ماسوا میں ، استحسان کہا گیا ہو ایسے ہی نکتے کے باعث بعض اوقات قیاس کو استحسان پر مقدم کرتے ہیں ، علامہ شامی نے طحطاوی سے انہوں نے حموی سے ، انہوں نے مفتاح سے، شرکت فاسدہ کے ایک مسئلے میں نقل کیا ہے کہ امام محمد ہی کا قول فتوی کے لئے مختار (ترجیح یافتہ) ہے اور غایۃ البیان سے نقل کیا کہ امام ابو یوسف کا قول استحسان ہے اس پر علامہ شامی نے فرمایا، اس کے پیش نظر

عــه: قاله الامام الکرخی فی مختصره وعنه نقل فی غایة البیان ۱۲ منه غفرله۔ (م)

اسے امام کرخی نے اپنی مختصر میں بیان کیا اسی میں غایۃ البیان سے منقول ہے ۱۲منہ۔ (ت)

فیہا القیاس علی الاستحسان [153] اھ فافادان[ف۱] ما علیہ الفتوی مقدم علی الاستحسان وکذا ضرورۃً علی ما عُلل فا لتعلیل من امارات الترجیح والفتوی اعظم ترجیح صریح وکذا لاشك فی تقدیمہا علی الاوجہ والارفق والا حوط کما نصوا علیہ فلم یبق من المرجحات المذکورۃ الا اکدیۃ التصحیح واکثریۃ القائلین ولذا اقتصرنا علی ذکرھما فیما مضی۔ وای[ف۲] اکثریۃ اکثر مما فی مسألتی وقت العصر والعشاء حتی ادعوا علی خلاف قولہ التعامل بل عمل عامۃ الصحابۃ فی العشاء ولم یمنع	وہ ان مسائل میں شامل ہے جن میں قیاس کو استحسان پر ترجیح ہوتی ہے،اھ اس بیان سے انہوں نے یہ افادہ کیا کہ (ما علیہ الفتوی) جس قول پر فتوی ہوتا ہے وہ استحسان پر مقدم ہوتا ہے (۱۳) یوں ہی بدیہی وضروری طوپر یہ اس قول سے بھی مقدم ہوگا جس کی تعلیل ہوئی ہو ، اس لئے کہ تعلیل ترجیح کی صرف ایک علامت ہے اور فتوی سب سے عظیم ترجیح صریح ہے (۱۴۔۱۶) یوں ہی اوجہ ، ارفق اور احوط پر بھی اس کے مقدم ہونے میں کوئی شک نہیں۔اب تصحیح کے زیادہ موکد ہونے اور قائلین کی تعداد زیادہ ہونے کے سوامذکورہ مرجحات سے کوئی مرجح باقی نہ رہا، اسی لئے سابق میں ہم نے صرف ان ہی دونوں کے ذکر پر اکتفاکی۔ اب بتایئے قائلین کی اکثریت کہیں اس سے زیادہ ہوگی جو وقت عصراور وقت عشاء کے مسئلوں میں امام کے مقابل موجود ہے ؟ یہاں تک کہ لوگوں نے قول امام کے بر خلاف تعامل بلکہ عشامیں عامہ صحابہ کا عمل ہونے کا بھی دعوی کیا

ف۱: ماعلیہ الفتوی مقدم علی الاستحسان۔

ف۲:عند قول الامام لاینظر الی کثرۃ الترجیح فی الجانب الاخر۔

[153] ردالمحتار کتاب الشرکۃ فصل فی شرکۃ الفاسدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۰

ذلك لاسیما فی العصر عن التعویل علی قول الامام ونقلتم عن البحر واقررتم انه لایعدل عن قول الامام الالضرورة وان صرح المشائخ ان الفتوی علی قولهما کماهنا [154]	پھر بھی یہ اکثریت ، خصوصا عصر میں ، قول امام پر اعتماد سے مانع نہ ہو سکی ، اور آپ ہی نے بحر سے یہ نقل کیا اور برقرار رکھا کہ قول امام سے بجز ضرورت کے عدول نہ ہوگا اگرچہ مشائخ نے تصریح فرمائی ہو کہ فتوی قول صاحبین پر ہے ، جیسے یہاں ہے اھ۔
وناهیك ف به جوابا عن اٰکدیة لفظ التصحیح وایضا قدمنا نصوص ش فی ذلك فی سرد النقول عن کتاب النکاح وکتاب الهبة وایضا اکثر فی ردالمحتار من معارضة الفتوی بالمتون وتقدیم ما فیها علی ما علیه الفتوی وما هو الا لان المتون وضعت لنقل مذهب صاحب المذهب رضی الله تعالٰی عنه۔	اور لفظ تصحیح کے زیادہ موکد ہونے سے متعلق جواب کے لئے بھی یہی کافی ہے اور اس بارے میں علامہ شامی کی صریح عبارتیں ذکر نقول کے تحت کتاب النکاح اور کتاب الہبہ سے ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں ، اور انہوں نے ردالمحتار میں بہت سے مقامات پر فتوی کے مقابلہ میں متون کو پیش کیا ہے اور متون میں جو مذکورہ ہے اسے ماعلیہ الفتوی (اور قول جس پر فتوی ہے) پر مقدم قرار دیا ہے ، اور یہ اسی لئے کہ متون صاحب مذہب رضی اللہ تعالی عنہ کا مذہب نقل کرنے کے لئے وضع ہوئے ہیں۔
فمنها الاسناد فی البئر الی یوم اوثلثة فی حق الوضوء والغسل والاقتصار فی حق غیرهما	**ان میں سے چند مقامات کی نشان دہی (ا)** کنویں میں کوئی جانور مراد دیکھا گیا اور گرنے کا وقت معلوم نہیں تو اگر پھولا پھٹا نہیں ہے تو ایک دن اور پھولا پھٹا ہے تو تین دن

ف: اذا رجع قول الامام وقول خلافه کان العمل بقول الامام وان قالوا لغیرہ علیه الفتوی۔

[154] بحر الرائق کتاب الصلوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴۶/۱

افتی بہ الصباغی وصححہ فی المحیط والتبیین واقرہ فی البحر والمنح واعتمدہ فی التنویر والدر فقلتم مخالف لاطلاق المتون قاطبۃ (الی قولکم) فلا یعول علیہ وان اقرہ فی البحر والمنح [155]	سے پانی نجس ماناجائے گا وضو اور غسل کے حق میں اور دوسری چیزوں سے متعلق جب سے دیکھا گیا اس وقت سے یعنی اب سے نجس مانا جائے گا پہلے سے نہیں۔ اسی پر صباغی نے فتوی دیا، محیط اور تبیین میں اسی کو صحیح کہا البحر الرائق اور منح الغفار میں اسی پر اعتماد کیا تو آپ نے فرمایا ، یہ تمام متون کے اطلاق کے بر خلاف ہے (یہاں تک کہ فرمایا) تو اس پر اعتماد نہ ہوگا اگرچہ بحر اور منح میں اسے برقرار رکھا۔
ومنہا وقف صدقۃً علی رجل بعینہ عاد بعد موتہ لورثۃ الواقف قال فی الاجناس ثم فتح القدیر بہ یفتی [156] فقلتم انہ خلاف المعتمد لمخالفتہ لمانص علیہ محققوا المشائخ ولما فی المتون من انہ بعدموت الموقوف علیہ یعود للفقراء [157]	**(۲)** کوئی صدقہ ایک شخص معین پر وقف کیا تو یہ وقف اس شخص کی موت کے بعد واقف کے ورثہ کی طرف لوٹ آئے گا، اجناس میں پھر فتح القدیر میں کہا بہ یفتی (اسی پر فتوی دیا جاتا ہے آپ نے فرمایا یہ خلاف معتمد ہے کیونکہ یہ اس کے خلاف ہے جس پر محققین مشائخ نے نص فرمایا اور اس کے بھی جو متون میں مذکور ہے، وہ یہ کہ موقوف علیہ کی موت کے بعد وہ فقراء پر لوٹ آئے گا۔
ومنہا مااختار الامامان الجلیلان والکرخی من الغاء طلاق السکران	**(۳)** امام جلیلین طحطاوی و کرخی نے اختیار فرمایا کہ نشہ والے کی طلاق بے کار ہے، اور تفرید

[155] ردالمحتار باب المیاہ فصل فے البئر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۴۶

[156] الدرالمختار بحوالہ الفتح کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹

[157] ردالمحتار بحوالہ الفتح کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۶۶

وفی التفرید ثم التتار خانیه ثم الدر الفتوی علیه[158] فقلتم مثل ح قد علمت مخالفته لسائر المتون[159]	پھر تاتار خانیہ پھر در مختار میں ہے کہ فتوی اسی پر ہے آپ نے حلبی کی طرح فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ سارے متون کے خلاف ہے۔
ومنها قال محمد اذالم یکن عصبة فولایة النکاح للحاکم دون الام قال فی المضمرات علیه الفتوی فقلتم کالبحر والنهر غریب للمخالفة المتون الموضوعة لبیان الفتوی[160]	**(۴)** امام محمد نے فرمایا ،جب کوئی عصبہ نہ ہو تو نکاح کی ولایت حاکم کو حاصل ہوگی ، ماں کو نہیں مضمرات میں لکھا، اسی پر فتوی ہے آپ نے بحر ونہر کی طرح فرمایا، یہ غریب ہے کیوں کہ بیان فتوی کے لئے وضع شدہ متون کے بر خلاف ہے ،
ومنها قال محمد لا تعتبر الکفاءة دیانة وفی الفتح عن المحیط علیه الفتوی وصححه فی المبسوط فقلتم کالبحر تصحیح الهدایة معارض له فالافتاء بما فی المتون اولی[161]	**(۵)** امام محمد نے فرمایا، دین داری میں کفاء ت کا اعتبار نہیں فتح القدیر میں محیط کے حوالے سے لکھا، اسی پر فتوی ہے او ر مبسوط میں اسی کو صحیح کہا آپ نے بحر کی طرف فرمایا، ہدایہ کی تصحیح اس کے معارض ہے تو اسی پر افتا اولی ہے جو متون میں مذکور ہے۔
ومنها قال لها اختاری اختاری اختاری فقالت اخترت الاولی اوالوسطی اوالاخیرة طلقت ثلثا عنده وواحدة بائنة عندهما واختاره الطحاوی قال فی الدر واقره الشیخ علی المقدسی وفی	**(۶)** شوہر نے بیوی سے کہا، اختیار کر، اختیار کر، اختیار کر، تو بیوی نے کہا میں نے پہلی یا درمیانی یا آخری اختیار کی ، امام صاحب کے نزدیک اس پر تین طلاقیں پڑ گئیں ، اور صاحبین کے نزدیک ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور اسی کو امام طحاوی نے اختیار کیا، در مختار میں ہے اور اسے شیخ علی مقدسی نے بر قرار رکھا، اور

[158] الدر المختار بحوالہ تاتار خانیہ کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱ / ۲۱۷

[159] ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۴ و ۴۲۵

[160] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۲

[161] ردالمحتار کتاب النکاح باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۲۰

الحاوی القدسی وبہ نأخذ فقد افاد ان قولھما ھو المفتی بہ کذا یخط الشرف الغزی[162] فقلتم قول الامام مشی علیہ المتون واخر دلیلہ ف۱ فی الھدایۃ فکان ھو المعتمد[163]۔	حاوی قدسی میں ہے، وبہ ناخذ ہم اسی کو لیتے ہیں تو یہ افادہ کیا کہ قول صاحبین ہی مفتی بہ ہے شرف غزی کی قلمی تحریر میں اسی طرح ہے آپ نے فرمایا، قول امام پر متون گام زن ہیں، اور ہدایہ میں اسی کی دلیل موخر رکھی ہے تو وہی معتمد ہوا۔
ومنھا طلب القسمۃ من لا ینتفع بھا لقلۃ حصّتہ قال شیخ الاسلام خواھر زادہ یجاب قال فی الخانیۃ وعلیہ الفتوی فقال فی الدر لکن ف۲ المتون علی الاول فعلیہ المعول[164] واقرر تموہ انتم وط مع قولکم مرارا منھا فی ھبۃ ردالمحتار کن علی ذکر مما قالوا لا یعدل ف۳ عن تصحیح قاضی خان فانہ فقیہ النفس[165] اھ	**(۷)** تقسیم کا ایسے شخص نے مطالبہ کیا جو اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیوں کہ اس کا حصہ بہت کم ہوگا شیخ الاسلام خواہر زادہ نے کہا، تقسیم کردی جائے، خانیہ میں کہا اسی پر فتوی ہے اس پر در مختار میں فرمایا، لیکن متون اول پر ہیں تو اسی پر اعتماد ہے اور اسے آپ نے اور طحطاوی نے برقرار رکھا، باوجودیکہ آپ نے بارہا فرمایا ان میں سے ایک موقع ردالمحتار کتاب الہبہ کا بھی ہے کہ اسے یاد رکھنا جو علماء نے فرمایا ہے کہ امام قاضی خاں کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ فقیہ النفس ہیں۔اھ
فقد ظھر وللہ الحمد ان	**اس تفصیل سے** بحمدہ تعالٰی روشن

ف۱: تاخیر الھدایۃ دلیل قول دلیل اعتمادہ

ف۲: قول الامام مذکور فی المتون مقدم علی ما صححہ قاضی خان باکد الفاظ الفتوی۔

ف۳: لا یعدل عن تصحیحہ قاضی خان فانہ فقیہ النفس۔

[162] الدر المختار کتاب الطلاق باب تفویض الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۷

[163] ردالمحتار کتاب الطلاق باب تفویض الطلاق باب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۸۰

[164] الدر المختار کتاب القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲ / ۲۱۹

[165] ردالمحتار کتاب الھبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴ / ۵۱۳

الترجیح بکون القول قول الامام لایوازیه شیئ واذا اختلف الترجیح وکان احدهما قول الامام فعلیه التعویل وکذا اذالم یکن ترجیح فکیف اذا اتفقوا علی ترجیحه فلم یبق الاما اتفقوا فیه علی ترجیح غیره۔ فاذا حمل کلامه علی ماوصفنا فلاشك فی صحته اذن بالنظر الی حاصل الحکم فانا نوافقه علی انانا خذ ح بما اتفقوا علی ترجیحه انما یبقی الخلاف بیننا فی الطریق فهو اختاره بناء علی اتباع المرجحین ونحن نقول لایکون هذا الا فی محل احدی الحوامل فیکون هذا هو قول الامام الضروری وان خالف قوله الصوری بل عندنا ایضا مساغ ههنا لتقلید المشائخ فی بعض الصور علی مایأتی بیانها۔ **ثم** لاشك انه لایتقید ح بکونه قول احد الصاحبین بل ندور مع الحوامل حیث دارت وان	ہو گیا کہ کسی قول کے قول امام ہونے کے باعث ترجیح پانے کے مقابل کوئی چیز نہیں اور جب اختلاف ترجیح کی صورت میں دو قولوں میں سے ایک قول امام ہو تو اسی پر اعتماد ہے اسی طرح اس وقت بھی جب کوئی ترجیح ہی موجود نہ ہو، پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب سب اسی کی ترجیح پر متفق ہوں تو اب کوئی صورت باقی نہ رہی سوا اس کے جس میں دوسرے کی ترجیح پر سب متفق ہوں۔ تو اگر علامہ شامی کا کلام اس پر محمول کر لیا جائے جو ہم نے بیان کیا تو اس صورت میں وہ بلا شبہ حاصل حکم کے لحاظ سے صحیح ہوگا کیونکہ ہم بھی اس پر ان کی موافقت کرتے ہیں کہ ایسی صورت میں ہم اسی کو لیں گے جس کی ترجیح پر مشائخ کا اتفاق ہے البتہ ہمارے اور ان کے درمیان طریقے حکم کا فرق رہ جاتا ہے، انہوں نے اس حکم کو اتباع مرجحین کی بنیاد پر اختیار کیا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسا اسباب ستہ میں سے کسی ایک کے پائے جانے ہی کے موقع پر ہوگا تو یہی امام کا قول ضروری ہوگا اگرچہ وہ ان کے قول صوری کے بر خلاف ہو بلکہ ہمارے نزدیک یہاں بعض صورتوں میں تقلید مشائخ کی بھی گنجائش ہے جیسا کہ ان کا بیان آرہا ہے۔ **پھر** بلا شبہ ایسے وقت میں اس کی بھی پابندی نہیں کہ وہ دوسرا قول، صاحبین ہی میں سے کسی کا ہو بلکہ مدار حوادث پر ہوگا وہ جہاں

كان قول زفر مثلا على خلاف الائمة الثلثة كما ذكر وما ذكر من سبرهم الدليل وسائر كلامه نشأمن الطريق الذى سلكه وح يبقى الخلاف بينه وبين البحر لفظيا فان البحر ايضا لا يابى عند ئذ العدول عن قول الامام الصورى الى قوله الضرورى كيف وقد فعل مثله نفسه والوفاق اولى من الشقاق۔ ولعل مراد ابن الشلبى ان يصرح احد من المشائخ الفتوى على قول غير الامام مع عدم مخالفة الباقين له صراحة ولا دلالة كاقتصارهم على قول الامام او تقديمه او تأخير دليله اوالجواب عن دلائل غيره الى غير ذلك مما يعلم انهم يرجحون قول الامام كما اشار ابن الشلبى الى التصحيح دلالة وح لابد ان يظهر منهم مخايل وفاقهم لذلك المفتى فيدخل فى صورة الثنيا	دائر ہوں اگر چہ تینوں ائمہ کے بر خلاف مثلا امام زفر ہی کا قول ہو جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔اور وہ جو علامہ شامی نے ذکر کیا کہ مشائخ نے دلیل کی جانچ کر رکھی ہے اور باقی کلام ، یہ سب اس طریق سے پیدا شدہ ہے جسے انہوں نے اپنایا۔اور اب ان کے اور بحر کے درمیان صرف لفظی اختلاف رہ جائے گا ۔ کیونکہ بحر بھی ایسی صورت میں امام کے قول صوری سے ان کے قول ضروری کی جانب عدول کے منکر نہیں ۔منکر کیسے ہوں گے ایسا تو انہوں نے خود کیا ہے۔اور اتفاق ، اختلاف سے بہتر ہے۔ اور شاید ابن الشلبی کی مراد یہ ہے کہ مشائخ میں سے ایک نے غیر امام کے قول پر فتوی ہونے کی تصریح کی ہو اور دیگر حضرات نے صراحۃ اس کی مخالفت نہ کی ہو اور نہ ہی دلالۃ مثلا یوں کہ قول امام پر اقتصار کریں ، یا اسے پہلے بیان کریں ، یا اس کی دلیل آخر میں لائیں ، یا دوسرے حضرات کی دلیلوں کا جواب دیں ، اسی طرح کی اور باتیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قول امام کو ترجیح دے رہے ہیں۔ جیسا کہ ابن الشلبی نے دلالۃ تصحیح کی جانب اشارہ کیا ہے ۔ او رایسی صورت میں دیگر حضرات سے اس مفتی کے ساتھ موافقت کے آثار و علامات نمودار ہونا ضروری ہے کلام ابن شلبی کی یہ مراد لی جائے تو یہ بھی استثناء والی صورت میں داخل ہو جائے گا۔

هذا فی جانب الشامی واما جانب البحر فرأیتنی کتبت فیما علقت علی ردالمحتار فی کتاب القضاء مانصه

اقول: محل کلام البحر حیث وجدالترجیح من ائمته فی جانب الامام ایضا کمافی مسألتی العصر والعشاء وان وجد اٰکد الفاظه وهو الفتویٰ من المشائخ فی جانب الصاحبین ولیس یرید ان المشائخ وان اجمعوا علی ترجیح قولهما لایعبؤ به ویجب علینا الافتاء بقول الامام فان هذا لایقول به احد ممن له مساس بالفقه فکیف بهذا العلامة البحر ولن تری ابدا اجماع الائمة علی ترجیح قول غیره الا لتبدل مصلحة باختلاف الزمان وح لایجوز لنا مخالفة المشائخ (لانها اذن مخالفة الامام عینا کما علمت) واما اذا اختلف الترجیح فرجحان قول الامام لانه قول الامام ارجح من رجحان قول غیره لارجحیة لفظ الافتاء به (اواکثریة المائلین الی ترجیحه) فهذا مایریده

یہ گفتگو رہی شامی کے دفاع میں ، اب رہا بحر کا معاملہ تو ردالمحتار پر جو میں نے تعلیقات لکھی ہیں ان ہی میں کتاب القضا کے تحت میں نے دیکھا کہ یہ عبارت رقم کر چکا ہوں۔

اقول: کلام بحر کا محل وہ صورت ہے جس میں ائمہ ترجیح سے جانب امام بھی ترجیح پائی جاتی ہو جیسے عصر وعشاء کے مسئلوں میں ہے اگرچہ موکد ترین لفظ ترجیح مشائخ کا فتوی صاحبین کی جانب ہو بحر کی مراد یہ نہیں کہ مشائخ قول صاحبین کی ترجیح پر اجماع کر لیں تو بھی اس کا اعتبار نہیں اور ہم پر قول امام ہی پر فتوی دینا واجب ہے۔ کیوں کہ کوئی بھی شخص جسے فقہ سے کچھ مس ہے ایسی بات نہیں کہہ سکتا تو یہ علامہ بحر اس کے قائل کیسے ہوں گے ؟اور ہر گز کبھی غیر امام کے قول کی ترجیح پر ائمہ ترجیح کا اجماع نظر نہ آئے گا مگر ایسی صورت میں جہاں اختلاف زمانہ کی وجہ سے مصلحت تبدیل ہو گئی ہو۔ اور ایسی صورت میں ہمارے لئے مشائخ کے خلاف جانا روا نہیں (کیوں کہ یہ بعینہٖ امام کے مخالف ہو گی جیسا کہ معلوم ہوا) لیکن جب ترجیح مختلف ہو تو قول امام کا اس وجہ سے رجحان کہ وہ قول امام ہے زیادہ راجح ہوگا اور اس کے مقابلہ میں دوسرے کے قول کا ، لفظ افتاء کی ارجحیت (یا اس کی ترجیح کی طرف مائل ہونے والوں کی اکثریت) کے باعث رجحان اس سے

العلامة صاحب البحر وبه يسقط ايراد العلامتين الرملي والشامي اه ماكتبت مع زيادات مني الأن مابين الاهلة۔	فروتر ہوگا۔ یہی علامہ صاحب بحر کی مراد ہے اور اسی سے علامہ رملی وعلامہ شامی کا اعتراض ساقط ہو جاتا ہے۔ اھ حواشی رد المحتار سے متعلق میری عبارت ختم ہوئی، اور ہلالین کے درمیان کی عبارتیں اس وقت میں نے بڑھائی ہیں۔
فبهذا تلتئم الكلمات، وتأتلف الاشتات، والحمد لله رب البريات، وافضل الصلوات، واكمل التسليمات، على الامام الاعظم لجميع الكائنات، وأله وصحبه وابنه وحزبه اولى الخيرات، والسعود والبركات، عدد كل مامضى وما هو اٰت، آمين والحمد لله رب العٰلمين والله سبحنه وتعالٰى اعلم۔	تو اس توضیح وتاویل سے تمام کلمات ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں اور مختلف باتیں باہم متفق ہو جاتی ہیں۔ اور تمام تر ستائش خدا کے لئے جو مخلوقات کا رب ہے۔ اور بہتر درود، کامل ترین تسلیمات ساری کائنات کے امام اعظم اور خیرات، سعادات، برکات والے ان کے آل، اصحاب، فرزند اور جماعت پر، ہر گزشتہ وآئندہ کی تعداد میں۔ الٰہی! قبول فرما۔ اور تمام تعریف خدا کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور پاکی وبرتری والے خدا کو ہی خوب علم ہے۔
ورأيت الناس يتحفون كتبهم الى ملوك الدنيا وانا العبد الحقير، خدمت بهذه السطور، ملكا في الدين، امام ائمة المجتهدين، رضى الله تعالى عنه وعنهم اجمعين، فان وقعت موقع القبول، فذاك نهاية المسئول، ومنتهى المأمول، وما ذلك على الله بعزيز ان ذلك على الله يسير، ان الله على كل شيئ قدير،	میں نے دیکھا کہ لوگ شاہان دنیا کے دربار میں اپنی کتابوں کا تحفہ پیش کرتے ہیں اور بندہ حقیر نے تو ان سطور سے دین کے ایک بادشاہ، ائمہ مجتہدین کے امام کی خدمت گزاری کی ہے۔ اللہ تعالٰی ان سے اور ان سب مجتہدین سے راضی ہو، تو یہ اگر مقام قبول پاجائیں تو یہی انتہائے مطلوب اور منتہائے امید ہے اور اللہ پر یہ کچھ دشوار نہیں، بلاشبہ یہ خدا پر آسان ہے۔ یقیناً اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

وللہ الحمد والیہ المصیر، وصلی اللہ تعالٰی علی المولی الاکرم، واٰلہ وصحبہ و بارك وسلّم، اٰمین۔ **تنبیہ** ف **اقول**:کون المحل محل احدی الحوامل انکان بینا لایلتبس فالعمل علیہ وما عداہ لانظر الیہ وھذا طریق لمی وانکان الامر مشتبھا رجعنا الی ائمۃ الترجیح فان رأیناھم مجمعین علی خلاف قول الامام علمنا ان المحل محلھا وھذا طریق انی وان وجدناھم مختلفین فی الترجیح اولم یرجحوا شیئا عملنا بقول الامام وترکنا ماسواہ من قول وترجیح لان اختلافھم اما لان المحل لیس محلھا فاذن لاعدول عن قول الامام اولانھم اختلفوا فی المحلیۃ فلا یثبت القول الضروری بالشك فلا یترك قولہ الصوری الثابت بیقین الا اذا تبینت لنا المحلیۃ بالنظر فیما ذکروا من الادلۃ او	اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے اور اسی کی جانب رجوع ہے۔ اور اللہ تعالٰی درود وسلام نازل فرمائے آقائے اکرم اور ان کی آل اصحاب پر اور برکت وسلامتی بخشے۔ الٰہی! قبول فرما۔ **تنبیہ: اقول**: چھ[1] اسباب میں سے کسی ایک کا محل ہونا اگر واضح غیر مشتبہ ہو تو اسی پر عمل ہوگا اور ماسوا پر نظر نہ ہوگی یہ لمی طریقہ ہے اور اگر معاملہ مشتبہ ہو تو ہم ائمہ ترجیح کی جانب رجوع کریں گے۔ اگر قول امام کے برخلاف انہیں اجماع کئے دیکھیں تو یقین کرلیں گے کہ یہ بھی اسباب ستہ میں سے کسی ایک کا موقع ہے یہ انّی طریقہ ہے۔۔۔ اور اگر انہیں ترجیح کے بارے میں مختلف پائیں یا یہ دیکھیں کہ انہوں نے کسی کو ترجیح نہ دی تو ہم قول امام پر عمل کریں گے اور اس کے ماسوا قول وترجیح کو ترک کردیں گے کیوں کہ ان کا اختلاف یا تو اس لئے ہوگا کہ وہ اسباب ستہ کا موقع نہیں۔ جب تو قول امام سے عدول ہی نہیں یا اس لئے ہوگا کہ اسباب ستہ کا محل ہونے میں وہ باہم مختلف ہوگئے۔ تو قول ضروری شک سے ثابت نہ ہوپائے گا۔ اس لئے امام کا قول صوری جو یقین سے ثابت ہے ترک نہ کیا جائے گا لیکن جب ہم پر اسباب ستہ کا محل ہونا ان

ف: تنبیھان جلیلان یتبین بھما ما یعمل بہ المقلد فی امثال المقام۔

بنی العادلون عن قوله الامر علیها وکانوا هم الاکثرین و فنتبعهم ولا نتهمهم اما اذا لم یبنوا الامر علیها وانما حاموا حول الدلیل فقول الامام علیه التعویل هذا ما ظهر لی وارجوا ن یکون صوابا ان شاء الله تعالٰی والله اعلم۔

تنبیه: اقول: هذا کله اذا خالفوا الامام اما اذا فصلوا اجمالا،او ضحوا اشکالا ، او قیدو ارسالا کداب الشراح مع المتون، وهم فی ذلك علی قوله ماشون، فهم اعلم منا بمراد الامام فان اتفقوا والا فالترجیح بقواعده المعلومة۔

وانما قیدنا بانهم فی ذلك علی قوله ماشون لانه تقع هنا صورتان مثلا قال الامام فی مسألة باطلاق وصاحباه بالتقیید فان اثبتوا الخلاف

حضرات کی بیان کردہ دلیلوں میں نظر کرنے سے واضح ہو جائے ، یا قول امام سے عدول کرنے والے حضرات نے اسی محلیت پر بنائے کار رکھی ہو اور وہی تعداد میں زیادہ بھی ہوں تو ہم ان کی پیروی کریں گے اور انہیں متہم نہ کریں گے۔۔۔ لیکن جب انہوں نے بنائے کار محلیت پر نہ رکھی ہو ، بس دلیل کے گرد ان کی گردش ہو تو قول امام پر ہی اعتماد ہے۔۔۔ یہ وہ طریق عمل ہے جو مجھ پر منکشف ہوا اور امید رکھتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالی درست ہوگا، واللہ تعالی اعلم

تنبیہ : اقول: یہ سب اس وقت ہے جب وہ واقعی امام کے خلاف گئے ہوں لیکن جب وہ کسی اجمال کی تفصیل یا کسی اشکال کی توضیح ، یا کسی اطلاق کی تقیید کریں جیسے متون میں شارحین کا عمل ہوتا ہے۔ اور وہ ان سب میں قول امام ہی پر گام زن ہوں تو وہ امام کی مراد ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اب اگر وہ باہم متفق ہوں تو قطعاً اسی پر عمل ہوگا ورنہ ترجیح کے قواعد معلومہ کے تحت ترجیح دی جائے گی۔ ہم نے یہ قید لگائی کہ "وہ ان سب میں قول امام ہی پر گام زن ہوں "اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ۲ دو صورتیں ہوتی ہیں ، مثلاامام کسی مسئلے میں اطلاق کے قائل ہیں اور صاحبین تقیید کے قائل ہیں ، اب مرجحین اگر اختلاف کا

واختاروا قولهما فهذه مخالفة وان نفوا الخلاف وذکروا ان مراد الامام ایضاً التقیید فهذا شرح والله تعالٰی اعلم ولیکن هذا اٰخر الکلام، وافضل الصلاۃ والسلام، علی اکرم الکرام، واٰله و صحبه وابنه وحزبه الی یوم القیام، والحمد لله ذی الجلال والاکرام۔	اثبات کریں اور صاحبین کا قول اختیار کریں تو یہ مخالفت ہے اور اگر اختلاف کا انکار کریں اور یہ بتائیں کہ امام کی مراد بھی تقیید ہی ہے تو یہ شرح ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ یہی خاتمہ کلام ہونا چاہئے اور بہتر درود وسلام کریموں میں سب سے کریم تر سرکار پر اور ان کی آل، اصحاب، فرزند اور جماعت پر تا روز قیام۔ اور ہر ستائش بزرگی واکرام والے خدا کے لئے ہے۔ (ت)